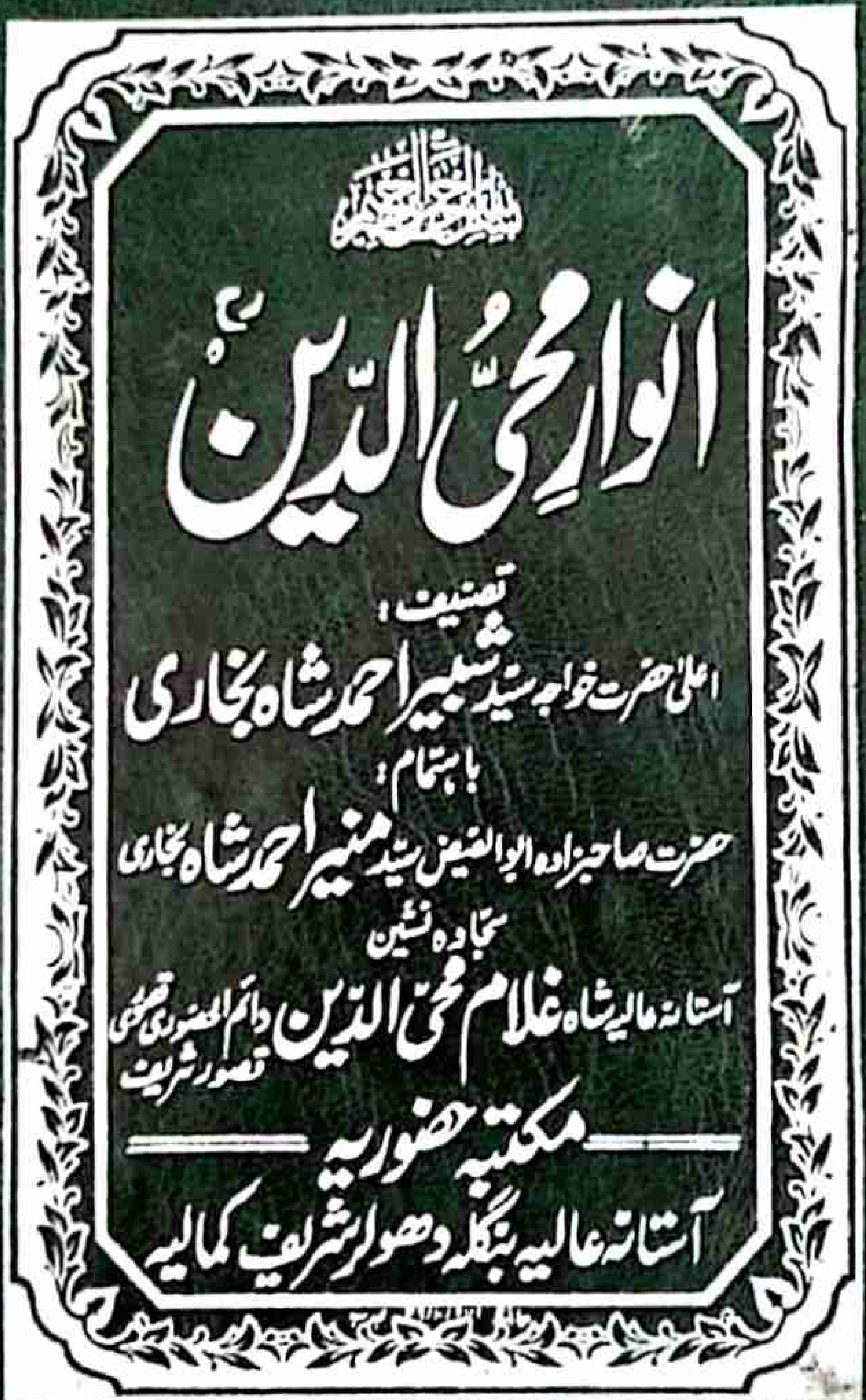

بسم اللہ الرحمن الرحیم
انوارِ محی الدینؒ
تصنیف:
اعلیٰ حضرت خواجہ سید شبیر احمد شاہ بخاری
باہتمام:
حضرت صاحبزادہ ابوالفیض سید منیر احمد شاہ بخاری
سجادہ نشین
آستانہ عالیہ شاہ غلام محی الدین دائم الحضوری قصوری
قصور شریف
مکتبہ حضوریہ
آستانہ عالیہ بنگلہ ڈھولر شریف کمالیہ

May 4, 2019

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انوارِ محی الدّین رح

تصنیف:

اعلیٰ حضرت خواجہ سیّد **شبیر احمد شاہ بخاری**

باہتمام:

حضرت صاحبزادہ ابو الفیض سیّد **منیر احمد شاہ بخاری**

سجّادہ نشین

آستانہ عالیہ شاہ **غلام محی الدّین** دائم الحضوری قصوری قصور شریف

مکتبہ حضوریہ

آستانہ عالیہ بنگلہ ڈھولر شریف کمالیہ

سگِ میراں پیر الحاج

محمد یونس محی الدین قادری

97- ٹیپو سلطان روڈ رسول پارک لاہور۔
فون : 7592266

ملنے کا پتہ

- آستانہ عالیہ بنگلہ ڈھولر شریف، کمالیہ۔
- آستانہ عالیہ دائم الحضوری کوٹ غلام محمد قصور شریف
- حاجی دین محمد قلبی برلب نہر چونگی امرسدھو لاہور

فہرست

ب

ج



عرضِ حال

برِّ صغیر پاک و ہند میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت ایسے کٹھن فریضے کی انجام دہی کا سہرا بڑی حد تک ان بزرگانِ دین، صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے سر ہے جنہوں نے کفر و شرک کی تند و تیز آندھیوں میں حق و صداقت کے چراغ روشن کیے اور رُشد و ہدایت کی وہ شمعیں جلائیں جنہوں نے راہ گم کردہ انسانیت کو صراطِ مستقیم پر لا ڈالا۔ ان بزرگانِ دین کی داستانیں بڑی طویل ہیں، انھیں قلمبند کرنے کے لیے بڑے بڑے دفتر درکار ہیں۔ ان بزرگانِ دین اور صوفیائے عظّام نے جگہ جگہ درس و تدریس کے لیے مکاتب و مدارس اور قلب و نظر کی اصلاح و تربیت کے لیے ذکر و فکر کے حلقے قائم کیے!

جو بانِ حق ملک کے دور دراز گوشوں سے آتے اور اپنی تشنگی بجھاتے۔ اس طرح ان

بزرگانِ دین نے قرآنِ حکیم کے اِس ارشاد کے مطابق کہ

"..... تم میں ایک ایسی جماعت ہونا چاہیئے
جو نیکیوں کا حکم دے اور بُرائیوں سے روکے۔"

تبلیغ اسلام کے لیے مردانِ پاکباز کی ایسی جماعتیں تیّار رکیں جنھوں نے جابر و ظالم حاکموں کے سامنے حق و صداقت کے نعرے بلند کیے۔ اِنہی بزرگانِ دین میں خواجہ شاہ غلام محی الدّین قصوریؒ کی ذاتِ گرامی ایک روشنی کے مینار اور چراغِ راہ کی طرح نظر آتی ہے۔ انھوں نے پنجاب میں سکھ گردی کے دَور میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ بہ احسنِ وجوہ انجام دیا۔ قصور کی مردم خیز سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ کے خاندان کی متعدّد نامور شخصیتیں اسی خاک سے پیدا ہوئیں اور بالآخر یہیں آسودہ خاک ہو گئیں۔

یہاں صرف اتنا ذکر ہی کر دینا کافی ہو گا کہ خواجہ شاہ غلام محیّ الدین قصوریؒ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ قصوریؒ کے پوتے تھے اور حضرت خواجہ غلام مرتضےٰ قصوریؒ اپنے دَور کی وہ بے بدل شخصیّت ہیں جن کے سامنے پنجابی زبان کے شیکسپیئر حضرت پیر وارث شاہؒ اور معروف صوفی و شاعر حضرت بُلّھے شاہؒ نے زانوئے تلمّذ طے کیا اور سلوک و معرفت کی منزلوں سے گزرے۔

آپ کے حالاتِ زندگی مختلف کتابوں اور رسالوں میں بکھرے پڑے تھے اس بندۂ ناچیز کو یہ خیال گزرا کہ آپ کے حالات کو کتابی شکل میں یکجا کر کے شائع کر دوں، شاید اللہ تعالیٰ اسی سعادت کی بدولت اپنا قُرب بخش دے۔

ایک عرصہ تک یہ خیال دل ہی دل میں چٹکیاں لیتا رہا۔

اور پھر، طویل تلاش و جستجو کے بعد حضرت خواجہ شاہ غلام محیّ الدین قصوریؒ کے حالات

بہ ہزار دقّت جمع کیے اور آخر نصرتِ خداوندی سے اب اس کتاب کی اشاعت کی نوبت پہنچی ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

میں نے بڑی چھان پھٹک کے بعد تمام اختلافی پہلوؤں سے بچ کر آپ کے سوانح حیات کو قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اس سے کوئی دنیوی منفعت مقصود نہیں۔ اگر آپ کی زندگی کے ہمہ گیر حالات سے مُریدین اور عام قاری مطمئن ہو گئے، تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت و کاوش بار آور ہو گئی۔ کتاب کی ہر تعریف و توصیف کا پہلو خدائے پاک کی نصرت و امداد کا نتیجہ ہے اور ہر تشنگی میری اپنی کم مائیگی پر دال ہے۔

بڑی ناسپاس گزاری ہو گی اگر میں یہاں میں حافظ محمد مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین للہ شریف کی معاونت کا اعتراف نہ کروں انہوں نے کتاب کے مواد کے متعلق مفید مشوروں سے نوازا۔ اور ضرورت کے مطابق مواد کی ترتیب و تدوین میں بھی مشورے دیتے رہے۔

برادرم اقبال احمد فاروقی بھی میرے انتہائی شکریہ کے مستحق ہیں کہ کتاب کی اشاعت کے ہر مرحلے میں میری مدد کی۔

آخر میں مریدی خورشید کمالوی کی خدمت اور محنت کا اعتراف بھی ضروری ہے حضرت خواجہ قصوری اور خاندان کے دوسرے بزرگوں کے حالات منتشر تھے۔ کوئی واقعہ کسی ایک شخص کے پاس موجود تھا تو دوسرا کسی دوسرے کے پاس۔ تصنیفات کا بھی یہی عالم تھا

کہ قلمی نسخے متعدد لوگوں کے پاس موجود تھے لیکن میری عدیم الفرصتی اور علالت سفر سے مانع رہی۔ یہ کام مریدی خورشید کمالوی کے ذمّے لگایا کہ وہ ہر طرح کا مواد حاصل کریں اور حضرت خواجہ قصوریؒ کی قلمی تصنیفات جس جس شخص کے پاس موجود ہیں ان کا پتہ چلائے۔ اس نے یہ کام پوری ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے۔

آپ کی اولاد اور آپ کے خلفاؒ کے حالات بھی اختصار کے ساتھ کتاب ہذا میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ انشاء اللہ اس کتاب کی موجودگی ہر قاری کو آپ کے حالات کے متعلق باقی کتابوں سے بے نیاز کر دے گی۔ ترمیم و اصلاح کی گنجائش ہر تحریر میں ہوتی ہے اس سلسلے میں تمام مشورے بصد شکریہ قبول کیے جائیں گے!

خادم الفقراء:
سیّد شبیر احمد عفی عنہ

مُناجات

بدرگاہ ربُّ العزّت مجیبُ الدّعوات

تصنیف لطیف

غریب نواز شیخ الشیوّخ خواجہ قبلہ عالم

حضرت شاہ محی الدّین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ



خداوندا زبان من بشکر خویش تر گردان
دلم در ذکر تو ہر دم تنم در فکر سر گردان

خطیئات کہ میکردم عطیات ز تو خواہم
ہمہ عیب است کار من بہ لطف خود ہنر گردان

ہنر و ہر کسے دیدم مس قلبم عیار آمد
بنار شوق خود قلب سیاہم را چو زر گردان

بذکر خود دلِ ما را طمانیت بہ بخشائی
بخود نزدیک تر فرما ز غیرت دُور تر گردان

دراں کاریکہ فرمودی دلم را ہوشیاری دہ
ازاں کاریکہ ترسانندی دلم را بے خبر گردان

خطائے خود ہمیگویم عطائے تو ہمے جویم
رہِ دوزخ ہمی پویم تو فردوسم مقرّ گردان

دلم از ظلمت عصیان کدورت پر کدورت شد
بآبِ دیدہ آنرا صاف روشن چو گہر گردان

زعشقت شعلہ ہا افروز در جان و دلِ من
انیسم یاد نام خویش و ہم آہِ سحر گردان

دراں حالیکہ جانِ من بروں آید بصد تلخی
بتوحیدم موافق کن دہانم پُر شکر گردان

دراں روزیکہ مرد از ولد دور آید فرار آید
شفیع و ملتجائم صدر ایوانِ حشر گردان

زمن اتحاف صلوات و سلام و رحمت و برکت
نثارِ تربتِ آں حضرت خیر البشر گردان



در نعت

سید المرسلین و خاتم النبیّین حضرت محمد مصطفیٰ علیه و علیٰ آله

من الصلوٰة افضلها و من التحیات اکملها



پاک محمد که شهِ انبیاست — در صفِ مرغانِ خدائی هماست
باز سپیداست برِ اوجِ وجود — لعل سپیداست ز کانِ ودود
هُدهُد او هست سلیماں راد — بلبلِ او یوسفِ عبری نهاد
اُمّی و عالم شده عالم ازو — راه خدا راست معالم ازو
خلعتِ لولاک ببر یافته — تاجِ لعمرک بسرش تافته
خواجهٔ ما ما همه دربندِ او — از همه و تافته خورسندِ او
باد درودش ز خدا صبح و شام — بر وی و بر آل و صحابش تمام
خاصه بر آں افضلِ یارانِ او — عاشقِ او تشنهٔ بارانِ او
بوبکر آں بکرهٔ اصیلش ندیم — ثانیِ اثنین و رفیقِ قدیم

فضل خدا یافتہ صدیق شد | قاتل ہر کافر و زندیق شد

باز پس آں صاحب فضل الخطاب | ای شریفیش بوفاق کتاب

میر جہاں عادل و فاروق حق | کرد دلِ کفر بدرہ دو شق

یار سوم معدن علم و حیا | جامع آیات کلامِ خدا

حضرت عثمان غنی خاص او | ذرہ صفت وآلہ و رقاص او

یار چہارم کہ علی مرتضیٰ است | جان و تنم بر تن و جانش فدا است

شیر خدا مرد میدان دین
ردّ آید ہر کہ با وے شد بکین

ہٗ

در مدح

جناب غوثیت مآب محبوب سبحانی شیخ حقانی ابومحمد سیدی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز

نظم

پیرِ جہاں مرشدِ من محی الدینؒ | دامنش از صدق گرفتم متین
نورِ دو عینین وصی رسول | سرو سرورِ حسینؓ و بتولؓ
شاہِ شریعت بطریقت امام | شمس حقیقت بمعارف تمام
ختم نبوت بجدش شد عطا | کرد خدا ختم ولایت ورا
سرِّ دلش ز اہلِ دلان مستتر | رفتنش و آمدن از باب سر
نام گرامیش کہ اسم اعظم است | با نور و فتح الٰہی ضم است
اسم خدا جزو ورا شمس بود | روح نہ در لطف چو جسمش بود
قدرتش از قادرِ مطلق رسید | او نہ بجز عجز متاعے خرید
انس و ملک بر قدمش سر نہاد | او سر پا بر سر افسر نہاد

ذاتِ خدا طالبِ ارضای او — بر کتفِ جمله ولی پای او
والیِ اطراف و ولی العباد — حلقه بگوشِ درِ او کیقباد ،
حاتم طائی است عطاجوی او — روز و شبانست روان جوی او
آب خضر زیر لب او نهان — باد مسیحا ز دمِ او عیان
شیر کشانند سگانِ درش — سگ مَنِشانند عداوت ورش
عنبر نَشش از قهرِ حجر بنیاد کرد — صنعتِ صنعان همه برباد کرد
سینهٔ شب رو که شبِ تار ربود — از نظرِ لطف چو سینا نمود
مشرق آل شمس سپهر سداد — خطّهٔ جیلان غزنش باغ داد
مغرب آن مشرق نورانی است — نور دهِ عالم روحانی است
منکه ز آغاز مریدِ ویم ! — طالبِ افضال مزیدِ ویم !
روز و شبم غرق در احسان او — قاصرم از نعمتِ شکران او

از منِ دلشاد دلش بادشاد
تحفهٔ رضوان الهیش باد !



تعارفِ مُصنِّف

قصور شریف کا مشہور و معروف بخاری خاندان سادات کسی تعارف کا محتاج نہیں اور نہ ہی خاندانی علمی و رُوحانی عظمت و بزرگی ڈھکی چھپی بات ہے۔ اس خاندان کا ہر بزرگ باکرامت ولی اور عالم باعمل ہوا ہے۔ جنکی علمی قابلیّت اور روحانی اہلیت سے ہزاروں طالبان حق بہرہ ور ہوئے ہیں۔ ہوتے ہیں اور انشاءاللہ ہوتے رہیں گے اِس خاندان ذی شان کا اصلی وطن ساہیوال ضلع سرگودھا ہے۔ لیکن جب حضرت سیّد غلام حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی حضرت ثانی خواجہ حافظ ابو سعید عبدالرسُول شاہ صاحب قصوری رح فرزندِ جانشین حضرت اعلیٰ خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ کی دخترِ نیک اختر سے ہُوئی۔ اور پھر انہیں خواجہ موصوف سے خلافت عطا ہوئی تو آپ یہیں مستقل سکونت پذیر ہوگئے۔ اس طرح قصور اور آپ کا خاندان لازم و ملزوم ہوکر رہ گئے ہیں

مبلغ اسلام و تصوّف مجمع فیوضات و منبع حسنات حضرت الحاج خواجہ سید شبیر احمد شاہ صاحب بخاری قصوری رحمۃ اللہ علیہ اسی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کی ولادت بِلسعادت قصور شریف میں ہوئی۔ آپ نومبر ۱۹۴۶ء ۳ شنبہ (منگل وار) کی شب بوقت نماز عشاء منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے دادا حضرت حافظ سید احمد شاہ صاحب کی خواہش تھی کہ اگر ان کے یہاں پوتا پیدا ہوا تو وہ اُس کا نام "شبیر" رکھیں گے۔ لیکن آپ کی پیدائش سے چھ ماہ قبل ان کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا آپ کے والد حضرت سید نذیر احمد شاہ صاحب اور حضرت حافظ سید محمد شاہ صاحب نے اُن کی خواہش کے احترام میں آپ کا نام "شبیر احمد" رکھا۔

ابتدائی دینی تعلیم آپ نے والد بزرگوار کی زیر نگرانی گھر پر ہی حاصل کی۔ پھر آپ کو باقاعدہ سکول داخل کیا گیا۔ لیکن ساتھ ساتھ والد صاحب سے کتب معقول و منقول کی تعلیم بھی لیتے رہے۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے ظاہری علوم کے علاوہ آپ کو کم عمری ہی میں روحانی علم سے بھی بہرہ ور کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ چشتیہ اور سہروردیہ میں بیعت لی۔ ان کے اذکار، مقامات اور القائے فیض کے طریقے بھی الگ الگ تعلیم فرمائے۔ ابھی آپ اسلامیہ ملّی سکول قصور میں دسویں جماعت کے طالب علم تھے کہ والد صاحب کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔

ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔ اور تعلیم منقطع ہو گئی۔ لیکن دستار بندی کے بعد آپ نے نامور علماء کو پاس رکھ کر حصولِ علم کے تقاضوں کو پورا کیا۔

آپ نے سجادہ نشینی کے منصب پر فائز ہوتے ہی اپنے بزرگوں کی یاد تازہ رکھنے اور ان کے فیض علمی و روحانی سے عوام الناس کو آشنا کرانے کیلئے ان کے عرس کا باقاعدہ اہتمام کیا۔ اس کیلئے ماہ اسوج کی آخری جمعرات اور جمعۃ المبارک کے دن مقرر کیئے۔ اور حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوری کے مزار پر انوار پر ایک عظیم الشان قبہ زرِ کثیر کے صرفہ سے تعمیر کرنے کا کام شروع کیا جو ابھی تک جاری ہے۔ علاوہ ازیں سلسلہ عالیہ قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ، مظہریہ، قصوریہ، حضوریہ کی ترویج واشاعت اور خاندانی بزرگوں کے آثار اور ان کے کارناموں کو زندہ رکھنے کا کام بھی کیا۔

کتاب ھذا "انوار محی الدین" جو آپ حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوری کے حالاتِ زندگی پر تصنیف فرمائی ہے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

تقسیم ملک سے چند سال پہلے آپ قصور شریف سے چلے آئے اور دھولر شریف علاقہ کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ لیکن قصور شریف آمدورفت رہی۔ اس پسماندہ علاقہ میں ورود پذیر ہونے کے بعد آپ لوگوں کو رشد وھدایت کا درس دینے لگے۔ تاکہ ان کی دینی اور دنیوی زندگی کی اصلاح ہو۔ یہ ایسی مردِ خود آگاہ کے

فیضِ نظر اور تعلیم و تربیت کا اعجاز ہی تو ہے۔ کہ یہاں کے لوگوں کی کایا پلٹ گئی۔ مریدین کا تزکیہ نفس ان کی روحانی قوت کو فروغ دینے اور ان کے دلوں میں عشقِ حقیقی کو موجزن کرنے کیلئے آپ ذکر و فکر کے حلقہ کا اہتمام کرتے اور حسب استطاعت ہر ایک کو توجہ بھی دیتے تھے۔

آپ صاحب کرامت اور منصب قطبیت پر فائز ولی کامل تھے۔ اور آپ محمدی المشرب تھے۔ آپ دو مرتبہ روضہ رسول پر حاضری دے آتے تھے۔ آپ کا اخلاقِ کریمانہ اخلاق محمدی کا نمونہ تھا بے حد حلیم انتہا کے خلیق، بڑے مہربان، مہمان نواز، غریب پرور اور مسکین نواز تھے۔ آپ نہایت پرہیزگار تھے۔ شریعت نے جن امور کو نواہی میں داخل کیا ہے۔ ان سے مجتنب تھے۔ اپنے عقیدت مندوں اور مریدین کے علاوہ عام لوگوں کو بھی دین اور شریعت کے احکام کی پابندی کا درس دیتے تھے۔ آپ تقویٰ و ورع میں بلند مقام تھے۔ طبیعت فخر و مباہات سے بالکل پاک تھی۔ انکساری، مستقل مزاجی، استغناء اور سخاوت آپ کا خاصہ تھی۔ گویا آپ ہمہ صفت موصوف تھے۔

آپ کے درجاتِ ولایت اور تصرّف اور کرامات بے حد ہیں۔

تبلیغِ اسلام کا جذبہ بھی آپ میں بہت تھا۔ اسی جذبہ کے تحت اللہ کا یہ ولی ملک کا گوشہ گوشہ پھرا۔ بلاشبہ آپ کا شمار اسلام کے ان نفوسِ قدسیہ میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے اسلام کی انقلاب آفرین تعلیمات

کو برِ صغیر کے گوشہ گوشہ میں پھیلانے کے باب میں مقدور بھر کوشش کی۔ اور ان تعلیمات کے عملی قالب میں خود کو ڈھالنے کا جو نمونہ آپ نے پیش کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ فرزندانِ توحید کے لئے شمعِ عمل کی حیثیت کی رکھتی ہے۔ خواجگانِ قصوریہ حضوریہ میں سے حضرت خواجہ دائم الحضوری قصوری کے بعد آپ کی ذات ستودہ صفات سرِ فہرست ہے جس نے وقت کے تقاضے کو محسوس کیا اور تبلیغ واشاعت اسلام کی اہم ترین ذمہ داری کو بہ احسن وجود پورا کیا۔ آپ مسلمانوں کی زندگی کے ہر پہلو میں اسلامی تعلیمات کی ترویج چاہتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس کو بھی لازم قرار دیتے تھے۔ اور یہ امر آپ کی وسعتِ نظر اور عظیم الشان مقصد کی غمازی کرتا ہے۔ اور اپنے ہم عصروں پر آپ کو فوقیت عطا کرتا ہے۔ بلاشبہ آپ کا وجود مسعود اس پُر آشوب دور میں منتغمات میں سے تھا۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے صاحب دل، صاحبِ نظر، اور صاحب علم بزرگ تھے۔ یہی وجہ تھی جو آپ کی مجلس میں علما۔ اور صوفیاء ایک ساتھ بیٹھے نظر آتے تھے۔

آپ کے مریدین کی خواہش تھی۔ کہ آپ ان کے ہاں چک ۳۲ سوٹیاں والا کمالیہ میں آکر ایک تبلیغی جلسہ کی صدارت فرمائیں۔ آپ اس جلسہ کے لیے ۱۳ شوال (۲۳ ستمبر) بروز منگل دار کی تاریخ

مقرر کی اور تیاری کا حکم دیا۔ عید الفطر کے بعد قصور شریف تشریف لے گئے۔ وہاں حاضری کے بعد آپ سید سے چک نمبر ۳۲ ۷ پہنچے۔ رات کے وقت اچانک طبیعت خراب ہو گئی۔ ایک درد تھا جو سینے سے اٹھا اور تمام رات آپ کو بے چین کئے رکھا۔ جب سحر قریب ہوئی تو درد نے ایک اور کیفیت اختیار کر لی۔ آپ پر استغراق طاری تھا۔ اور کمرہ اللہ ہو کی صدا سے گونج رہا تھا۔ سننے والے سن رہے تھے۔ دیکھنے والے دیکھ رہے تھے۔ سب دم بخود کھڑے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ آپ کے ہونٹ

آپ کے ہونٹ ملے جیسے کچھ پڑھ رہے ہوں۔ پھر مسکرائے اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اس قبلہ حاجات مظہر الطاف و کرم کے وصال باکمال کا واقعہ طلوع آفتاب سے قبل ساڑھے چھ بجے بروز منگل وار مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۹ء کو رونما ہوا۔ خبر ملتے ہی مرد و زن میں شور برپا ہو گیا۔ آپ کو اسی وقت اپنی رہائش گاہ دھولر شریف لایا گیا ۲/۱ ۴ بجے شام آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور آپ یہیں آسودہ خاک ہوئے۔

راقم الحروف نے آپ کے وصالِ باکمال کی تاریخ لکھی ہے۔

مدار اہلِ شریعت حضرت خواجہ شبیرؒ
باقضائے ایزدی رخصت ہوئے سوئے ارم
گفت خورشید آہے زدِل کشید
"رُخ شبیرؒ عابد" برائے خستہ دلِ مرہم
۱۳۸۹ ھجری

آپ کے چہلم کے موقعہ پر جو ۲۹ جنوری ۱۹۷۰ء بروز جمعرات کو ہوا تھا۔ اس میں آپ کے فرزندِ اکبر حضرت صاحبزادہ ابوالفیض سید منیر احمد شاہ کی دستار بندی ہوئی اور جانشینی کے فرائض کی ذمہ داری بھی سپرد کی گئی۔ آپ کے دو صاحبزادے اور بھی ہیں۔ حضرت سید محمد مشتاق احمد شاہ اور حضرت سید محمد سعید احمد شاہ المعروف حاجی پیر۔ یہ دونوں بھائی حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ فضیلت مآب ابوالفیض حضرت صاحبزادہ محمد منیر احمد شاہ صاحب نے اس منصب کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی اپنی خداداد روحانی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ اور پورے حلقہ ارادت کا دورہ کرنے کے بعد ارادت مندوں سے اپنا ٹھوس رابطہ قائم کر لیا ہے۔ وہ اپنے سلف صالحین کی طرح متقی، پرہیزگار، خدا پرست و خدا ترس شخصیت ہیں۔ جود و سخا میں بھی اپنے بزرگوں کی طرح

پیش پیش ہیں۔

آپ اس جوانی کے عالم میں مسند روحانیت پر جس انداز متانت سے متمکن ہوتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس آستانہ عالیہ کے روحانی تقاضوں کو تادم آخر بعبد حسن انتظام والنصرام پایۂ تکمیل تک پہنچاتے رہیں گے۔

خورشید کمالوی

کمالیہ
یکم مارچ ۱۹۹۰ء

برّ ِصغیر
پاک و ھند میں
اِسلام کی آمد!

برّ ِصغیر پاک و ہند میں اسلام کی فتح و نصرت کا پہلا ریلا سندھ کے راستے آیا جب کہ فاتحِ سندھ محمد بن قاسم نے ۷۱۲ء میں راجہ داہر کے ظلم و ستم سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے مُٹھی بھر حق پرستوں کے ساتھ سارے سندھ کے علاقے پر ہلالی پرچم لہرایا۔ محمد بن قاسم نے ملتان تک کا علاقہ فتح کر کے برصغیر میں پہلی اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ مسلمانوں کے اندرونی انتشار و خلفشار کی بدولت یہ سلطنت نہ تو زیادہ مستحکم ہوسکی اور نہ زیادہ دیر تک قائم ہی رہ سکی، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ سندھ بابِ اسلام کہلانے لگا اور برِصغیر میں مسلمانوں کی آمد کا راستہ کھل گیا۔

چناں چہ!

ایک عرصہ تک ایران اور عرب سے مسلمان اسی راستے سے برِصغیر میں داخل ہوتے رہے۔ جو مسلمان عرب سے برِصغیر میں وارد ہوتے تھے ان کی اکثریت سندھ اور ملتان

"الناس علیٰ دین ملوکھم"
"لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پہ ہوتے
ہیں"!

شاہجہاں کی علم دوستی اور دینداری نے عوام و خواص کو یہی روش عطا کی۔ خود اس کا ثبوت قصور کے عوام کی اس مثال سے ملتا ہے کہ جب انھوں نے حضرت خواجہ عبدالملکؒ کے علم و فضل کا شہرہ سنا تو آپ کے لیے نہ صرف دیدہ دل فرش راہ کیے بلکہ آپ کو قصور آنے اور اپنے علم و فضل کی شمع سے اس گوشے کو بھی منوّر کرنے کی دعوت دی۔

انہی دنوں مغلیہ سلطنت کے ایک سفیر وکیل خاں مرحوم کی بیوہ نے قصوری سوداگروں سے یہ فرمائش کی کہ وہ کوئی صحیح النسب قریشی لڑکا تلاش کریں تاکہ وہ اپنی لڑکی کو اس سے رشتہ ازدواج میں منسلک کر سکے۔ حضرت حافظ عبدالملکؒ کے علم و فضل اور زُہد و تقویٰ کا شہرہ دُور دُور تک پہنچ چکا تھا۔ آپ صحیح النسب قریشی بھی تھے۔ چنانچہ قصوری سوداگروں نے آپ کو قصور آنے کی دعوت دی۔ تاکہ وکیل خاں مرحوم کی بیوہ کی خواہش بھی پوری ہو سکے اور اس علاقے کو آپ ایسا زاہد و متقی عالم نصیب ہو جو یہاں علم و فضل کی شمع روشن کرے، چنانچہ آپ ان قصوری سوداگروں کی دعوت پر تشریف لائے۔ یہ آمد کیا تھی گویا حضرت خواجہ حافظ حاجی عبدالملکؒ کی اولاد اور قصور لازم و ملزوم ہو کر رہ گئے۔ آپ کی شادی وکیل خاں مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی اور پھر آپ نے مستقل رہائش قصور میں اختیار کی۔

اس سے یہ امر بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ اس وقت تک حضرت خواجہ عبدالملک رح کے علم و فضل کا شہرہ سندھ سے نکل کر دُور دُور تک پہنچ چکا تھا ورنہ سندھ ایسے دُور دراز اور پسماندہ علاقے میں ایک مردِ خدادوست کی موجودگی کا علم اہلِ قصور کو کس طرح ہو سکتا تھا۔

قصور میں ورود پذیر ہونے کے بعد آپ نے یہاں درس و تدریس اور ذکر و فکر کا سلسلہ شروع کیا اور پھر ایک عالم آپ کا گرویدہ ہو گیا۔

افسوس ہے کہ حضرت خواجہ عبدالملک رح کے تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ نیز چونکہ کتاب ہذا میں حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری رح دائم الحضوری کے حالات تحریر کرنا مقصود ہے اس لیے خاندان کے دوسرے بزرگوں کے حالات کی تفصیلات کی نہ تو گنجائش ہے اور نہ ہی عدیم الفرصتی اس کی اجازت دیتی ہے کہ شدیز قلم کو شاہ راہ کی بجائے پگڈنڈیوں پر بھی دوڑاتا رہوں۔

البتہ!

اجمالاً خاندان کے دوسرے بزرگوں کے حالات بھی ورطۂ تحریر میں آتے جائیں گے اور اس کا مضائقہ بھی نہیں!

حضرت خواجہ عبدالملک رح کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے مخدوم پنجاب حضرت خواجہ حافظ غلام مرتضیٰ رح جانشین مقرر ہوئے۔ سعادت مند بیٹے نے درویشِ خدادوست باپ کی مسند سنبھالنے کا نہ ہی صرف حق ادا کیا بلکہ والد نے علم و فضل کی جو شمع روشن کی تھی اس کی لَو کو اور بھی تیز کر دیا۔

مخدومِ پنجاب، حضرت خواجہ حافظ غلام مرتضیٰ رح

آپ اپنے والد باکمال کی طرح ظاہری اور باطنی علوم سے پوری طرح متّصف تھے آپ کے والد مرحوم نے درس وتدریس کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اسے آپ نے غایت کمال تک پہنچایا۔

آپ زبردست عالمِ دین، حافظِ قرآن، جیّد فقیہہ اور عظیم محدّث تھے۔ آپ کو منطق، فلسفہ، اسماء الرجال، صرف ونحو، شعر وادب غرض کہ تمام علوم متداولہ پر کمال عبور حاصل تھا۔ آپ کے درس کی اس قدر شہرت تھی کہ برِصغیر کے کونے کونے سے تشنگانِ علم کی ایک بڑی تعداد قصور کھینچی چلی آتی تھی۔ یہاں یہ لوگ علم کی پیاس بجھاتے اور اس مردِ خدادوست کی بدولت ان کے قلب ونظر میں وہ انقلاب پیدا ہوتا جس سے ان کی دنیا ہی بدل جاتی اور وہ اسلام کی تبلیغ واشاعت کے جذبے سے اپنے سینے معمور کرکے واپس جاتے۔

روایت ہے کہ آپ کے حلقہ درس میں ہر علم پر کتابیں پڑھنے والے طلبا کی تعداد پانچ سو تھی۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ تقریباً چودہ سو طلبا بیک وقت تعلیم حاصل کرتے تھے۔ درس وتدریس کے سلسلے کی توسیع کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پنجابی زبان کے شیکسپیئر اور ھیر رانجھا کے خالق حضرت پیر وارث شاہ رح اور مشہور صوفی شاعر بُلّھے شاہ رح ایسی ہستیوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ان دونوں بزرگوں کے والدین نے انہیں مکمل طور پر حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ رح کے سپرد کردیا

تھا۔ آپ نے اپنی زیرِ نگرانی دونوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ یہ اس مردِ خود آگاہ کا فیضِ نظر تھا یا اس کی تعلیم و تربیت کا اعجاز کہ یہ دونوں شاگرد آج بھی آسمانِ شہرت پہ درخشندہ و تابندہ ستاروں کی مانند چمک رہے ہیں۔ اور جب تک سورج کی گردش جاری ہے اور زمین و آسمان قائم ہیں ان کی شہرتِ عام اور بقائے دوام میں کوئی فرق نہیں آئے گا بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس شہرت میں مزید اضافہ ہوتا جائے گا۔

حضرت پیر وارث شاہؒ اور پیر بُلھے شاہؒ نے علومِ ظاہری کے علاوہ علومِ باطنی کی منزلیں بھی آپ کے زیرِ تربیت طے کیں۔ اگرچہ بعد میں یہ دونوں شاہ عنایت اللہؒ کے دست پر بیعت ہوئے لیکن عشقِ حقیقی کی آگ حضرت خواجہ غلام مرتضےؒ ہی نے دونوں کے سینوں میں روشن کی تھی۔

عشقِ حقیقی کی یہ آگ جب بھڑکی تو وارث شاہؒ نے اپنے جذبات کو ہیر رانجھا کی صورت میں شعریت کا جامہ پہنایا۔ ظاہر بین نظریں ہمیشہ پانی کو سراب اور سراب کو پانی سمجھتی ہیں ایسے ہی لوگوں نے حضرت خواجہ غلام مرتضےؒ سے شکایت کی کہ

"آپ کا شاگرد وارثؒ جس کی تعلیم و
تربیت کا آپ نے اس قدر اہتمام کیا
تھا۔ دنیوی عشق کی آگ میں جل کر کسی عورت
کی توصیف میں مصروف ہے۔ یہ بڑی
بدنامی کی بات ہے کہ وہ ایک عورت
کے عشق میں یوں ہلکان ہو کر آپ کے

نام کو بھی بدنام کر رہا ہے۔ کم از کم اسے
اس بات کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔"

آپ کو اس کا بڑا رنج ہوا۔

کیونکہ آپ نے وارث شاہؒ کی تربیت بڑے اہتمام سے کی تھی۔

وارث شاہؒ کا قیام اس وقت ملکہ ہانس میں تھا فوراً انہیں اپنے پاس طلب کیا۔ وارث شاہؒ نے حضرتؒ کا حکم سنا تو سر کے بل قصور پہنچے۔

آپ نے درویشوں کو حکم دیا کہ انہیں ایک مقفّل کمرے میں رکھا جائے۔

حکم کی تعمیل ہوئی!

صرف نماز کی ادائیگی کے لیے باہر نکالا جاتا اور پھر کمرے میں مقفّل کر دیا جاتا۔

اسی طرح تین روز گزر گئے۔ چوتھے روز حضرت خواجہ غلام مرتضےٰؒ جامع مسجد قصور میں حوض پہ بیٹھے نماز عصر کے لیے وضو فرما رہے تھے کہ خادموں کو حکم ہوا

"وارث کو پیش کیا جائے۔"

خدّام دوڑے اور پیر وارث شاہؒ کو لا کر پیش کیا۔

پیر وارث شاہؒ سر نہوڑائے کھڑے تھے کہ دیکھئے کیا حکم ملتا ہے۔

فرمایا!

"وارث اپنا کلام مجھے سناؤ!"

حکم کی دیر تھی کہ سینے میں نہاں عشق حقیقی کی آگ شعروں کی صورت میں لپکنے لگی۔ کلام کی سحر آفرینی کا یہ عالم تھا کہ آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ جب حالت ذرا سنبھلتی تو فرماتے کہ

"ہمارے سر پہ پانی ڈالو !"

اور پھر وہی کیفیت طاری ہو جاتی۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت تنگ ہونے کو آیا۔ پھر وضو کیا اور وارث شاہؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا :

"وارثؒ !

تم نے مُنج کی رسی میں موتی پرو دیئے ہیں

ورنہ تمہارا یہ کلام علماء منبر پہ

پڑھتے !"

قصور میں آپ کا قیام مسجد کلاں اندرون موری دروازہ میں تھا۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ زہد و ریاضت میں بھی شب و روز مصروف رہے۔

بیانِ کشتہ !

منشی مولا بخش کشتہ امرتسری مرحوم اپنی کتاب "پنجابی شاعراں دا تذکرہ" میں لکھتے ہیں اس کا خلاصہ راقم کے الفاظ میں سن لیجئے :

"بلھے شاہؒ نے مولوی غلام مرتضےٰ قصوریؒ سے ظاہری علم پڑھا۔ بلّھے شاہؒ اور پیر وارث شاہؒ ایک ہی دارالعلوم کے طالب علم ہیں۔ دونوں ہی حضرت مخدومؒ سے مستفیض ہوئے، جو خود بھی پنجابی زبان کے اچھے شاعر تھے۔
آگے بڑھ کر گشتہ مرحوم حضرت وارث شاہؒ کے حال میں لکھتے ہیں :

"وارثؒ جوان ہوئے تو مولوی غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مدرس مسجد یا مولوی غلام مرتضےٰ سے پڑھتے رہے۔
یہاں سے فارغ تحصیل ہوکر پاک پتن چلے گئے۔"

ترکِ وطن !

آپ شریعت کے معمولات پر بڑی سختی سے عمل پیرا تھے۔ خلافِ شریعت معمولی فعل بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ یہ دور مسلمانوں کے انحطاط و زوال کا دَور تھا۔ دولتِ مغلیہ کا آفتابِ اقبال گہنا چکا تھا۔ انحطاط کے اس دَور میں حکمران شاہد و شراب میں غرق تھے اور عوام بھی حاکمانِ وقت کو دیکھتے ہوئے بے راہ رَو ہو رہے تھے۔ اپنے گردو پیش یہ فسق و فجور دیکھ کر آپ کی دینی غیرت جوش میں آئی اور اس سرزمین سے اسقدر نفرت پیدا ہو گئی کہ آپ نے ترکِ وطن کا عزم کر لیا۔

انہی دنوں پنجاب میں سِکھ گردی کا دَور شروع ہو چکا تھا۔ ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت، افتراق و انتشار اور بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔

سِکھوں کی طرف سے قصور پر بھی حملے شروع ہو چکے تھے۔

آپ مسلمان حکمرانوں کی دین سے بیزاری اور بے راہ روی دیکھتے اور فرماتے کہ حلّت و حُرمت اور امر و نواہی سے یہ روگردانی مسلمان حکومت کو ختم کر کے ہی دم لے گی اور اب اس کے قیام کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔

آپ اس سرزمین کو جلد از جلد چھوڑ دینا چاہتے تھے کیونکہ بندگانِ خدا پہ یہاں زمین اور آسمان دونوں تنگ ہو رہے تھے۔ لیکن آپ ان طالب علموں کے متعلق سخت پریشان تھے جو کالے کوسوں دُور کا فاصلہ طے کر کے محض علم کی تشنگی بجھانے اور اپنے قلب و نظر کی اصلاح و تربیت کے لیے حلقۂ درس میں صرف خدا کے توکّل پر بیٹھے ہوئے تھے۔

عقیدت مند مُصر تھے کہ آپ کم از کم ان طالب علموں کی خاطر ہی ارادہ بدل دیں۔ آپ کو ان طالب علموں سے بڑی محبت تھی۔ یہ عجیب تذبذب کا عالم تھا اور اس دشواری کا کوئی حل سجھائی نہ دیتا تھا۔

ایک رات!

اسی تذبذب کے عالم میں غور و فکر میں محو تھے کہ آپ کی آنکھ لگ گئی۔ آپ نے دیکھا کہ کوئی پکار کر کہہ رہا ہے:

"فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ
الْمُسْلِمِيْنَ فَاَخْرَجْنَا مِنْهَا مَنْ
كَانَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط"

"ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کا ایک ہی
گھر پایا اور پھر اہلِ ایمان کو وہاں سے
حفاظت کے ساتھ نکال لیا۔"

اسی غیبی اشارے نے منشائے خداوندی کو اظہر من الشمس کر دیا تھا۔!

اور اب!

قصور میں قیام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

عزمِ پشاور!

جونہی صبح کا سورج نمودار ہوا۔ آپ نے طلبا اور مریدین میں ہجرت کا اعلان کر دیا اور پشاور کے لیے رختِ سفر باندھا۔ یہاں ایک عالم آپ کے ارشادات سے مستفیض ہو رہا تھا۔ اہلِ قصور بھی آپ کے اس فیصلے پر بڑے مضطرب تھے لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ آگے بڑھ کر آپ کو اپنا ارادہ بدل دینے کا مشورہ دیتا۔

حافظ رشید خاں پشاوری تمام طلبا کی ضروریات کے کفیل تھے اور آپ کے زیر دست عقیدت مندوں میں سے تھے۔

حافظ رشید خاں کے ساتھ کچھ اور عقیدت مندوں نے مل کر کسی خادم کی وساطت سے لوگوں کے جذبات واحساسات سے آپ کو آگاہ کیا لیکن آپ اپنے عزمِ صمیم پر قائم رہے اور فرمایا کہ

"جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں
پہنچا تھا ہم نے اپنے ارادے کو مخفی رکھا
اب ارشادِ خداوندی آن پہنچا ہے تو مجال
نہیں کہ اس میں کسی قسم کا توقف کروں۔
حکمِ الٰہی کی نافرمانی کی مجال میں اپنے اندر
نہیں پاتا۔"

یہ فرمایا اور درس کا انتظام اپنے صاحبزادہ حضرت خواجہ غلام مصطفےٰ صاحب رح کے سپرد کر کے خود پشاور روانہ ہو گئے۔ حافظ رشید خاں پشاوری بھی آپ کے مختصر سے

قافلے میں شریک تھے۔ دراصل پشاور کو مستقر بنانے کے محرّک بھی یہی تھے۔

قیامِ پشاور!

پشاور پہنچ کر آپ نے اپنا قیام دروازہ داب گراں کے نزدیک رکھا۔ اہلِ پشاور کو جب اس درویشِ خدادوست کی آمد کا علم ہوا تو وہ جوق در جوق گھروں سے نکلے اور نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ تشریف آوری اور مستقل قیام کی خبر سارے علاقے میں پھیل گئی اور پھر بیعت وعقیدت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ نے یہاں بھی ذکر و فکر کا باقاعدہ حلقہ قائم کیا تاکہ مریدین اور دوسرے لوگوں کے اخلاق و کردار کی اصلاح ہو۔ اور مسلمان احکامِ شریعت پر عمل پیرا ہوں۔

تبحرِ علمی اور روحانی عظمت و جلال کا شہرہ جلد ہی اس علاقے میں پھیل گیا۔ ابھی رشد و ہدایت کے اس آفتاب نے تیرہ و تار گوشوں کو پوری طرح منوّر بھی نہ کیا تھا، جویانِ حق اور تشنگانِ علم و فضل کی پیاس بھی بجھنے نہ پائی تھی کہ

"کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط"

"ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے!"

(القرآن)

کا پیغام آپہنچا۔

پشاور کا عرصۂ قیام بمشکل دو سال ہوتا ہے۔ سرزمینِ قصور میں اس وقت احکامِ شریعت کی جو بے حرمتی ہو رہی تھی شاید اسی کے پیشِ نظر آپ نے یہاں آسودۂ خاک ہونا بھی گوارا نہ کیا۔ بہرحال قصور سے پشاور کا عزم کرنے والا یہ مردِ حق آگاہ صرف دو سال

کے بعد اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا - انا للہ وانا الیہ راجعون ط

جب آپ کی رحلت کی اطلاع قصور میں مریدین اور اقرباء کو پہنچی تو انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ جسدِ مبارک کو قصور لا کر دفن کیا جائے لیکن پشاور کے عقیدتمندوں اور مریدوں کی مخالفت کا خوف دامن گیر رہا اور اس خیال سے یہ خواہش تشنۂ تکمیل رہی۔ عرصہ سات آٹھ سال کے بعد صاحبزادگان کے حکم پر ایک عقیدتمند شجاعت علی خاں صاحب کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر پشاور پہنچے۔ انہوں نے حکمتِ عملی سے کام لیا۔ کسی پر اپنے ارادے کو ظاہر نہ ہونے دیا اور ایک رات خاموشی سے مزار مبارک کے تہہ خانے کا دروازہ کھولا۔ تابوت نکالا اور وہاں سے قصور کی طرف کوچ کیا۔ تہہ خانے کا منہ اس احتیاط سے بند کیا گیا کہ کسی کو شک تک نہ گزرا۔

یہ مختصر سا قافلہ منزلیں مارتا ہوا جب کاہنا کاچھا کے قریب پہنچا تو رات ہو چکی تھی۔

یہ سکھ گردی کا دَور تھا۔

بعض سکھوں نے سمجھا کہ یہ لوگ کوئی خزانہ لیے جا رہے ہیں۔ لہذا انہوں نے قافلے والوں کو سوتا ہوا دیکھ کر چپکے سے تیز دھار آلات سے صندوق کو کاٹنے اور توڑنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اور اس معاملہ کو صبح پر چھوڑ دیا۔

اسی رات شجاعت علی خاں کو خواب میں خواجہ صاحبؒ کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے فرمایا

" میرا وضو ٹوٹ گیا ہے جلدی سے وضو

کرادو۔"

صبح ہوئی تو سکھ بضد تھے کہ صندوق کھولا جائے۔ چنانچہ جب صندوق کھولا گیا تو دیکھنے والے انگشت بدنداں رہ گئے۔ کیونکہ آپ کے جسدِ مبارک کی ایک پنڈلی سے تازہ خون جاری تھا اور روئی خون سے تر بتر ہو رہی تھی۔

تمام لوگ سجدۂ تعظیم میں گر گئے۔

صندوق کو فوراً بند کر دیا گیا۔

سکھوں نے نہ صرف انتہائی عقیدت و احترام سے قافلے کو رخصت کیا، بلکہ معذرت کرتے ہوئے قصور تک تابوت کے ہمراہ بھی آئے اور واپس لوٹتے ہوئے خون سے آلودہ روئی کا کچھ حصہ تبرک کے طور پر ساتھ بھی لے گئے۔

قصور میں آپ کے نام پر ایک مسجد بھی تعمیر کرائی گئی جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔

☆

جب آپ کی لاش مبارک قصور پہنچی تو ایک افغان حاجی رانجھے خاں آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت کے لیے آیا۔ اس نے آپ کی پیشانی اور بازو پر انگلی رکھ کر دبائی تو وہ جگہ خون کے ہٹنے سے سفید ہو گئی جس طرح زندہ آدمی کے جسم کے کسی حصے کو دبانے سے وہ جگہ خون کے ہٹ جانے کے سبب سفید ہو جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر حاجی صاحب موصوف لوگوں سے مخاطب ہوئے۔ قرآن و حدیث سے چند مسائل بیان فرمائے اور کہا کہ اس سے قبل میرا یہ عقیدہ تھا کہ اولیائے اللہ بھی مرنے کے بعد عام

لوگوں کی طرح خاک میں مل کر خاک ہوجاتے ہیں لیکن آج میں اپنے اس عقیدے سے توبہ کرتا ہوں اور اب میرا ایمان ہے کہ اولیاء اللہ تو مرنے کے بعد بھی اسی حالت میں رہتے ہیں جس حالت میں وہ زندگی میں ہوتے ہیں۔

آپ کے زخموں سے خون رسنے پر جو روئی زخموں پر رکھی گئی تھی وہ بعد میں عقیدتمندوں نے آپس میں تقسیم کر لی۔ آپ کے خاندان میں یہ خون آلودہ روئی آج بھی اسی طرح موجود ہے قصور پہنچ کر آپ کو حکم کے مطابق دوبارہ غسل دیا گیا تھا۔ پہلا کفن عقیدتمندوں نے آپس میں بانٹ لیا تھا اور پھر دوسرا کفن دیا گیا۔ غسل کے دوران اس کی بھی تصدیق ہوگئی کہ لیٹروں نے آپ کی پنڈلی پر جو زخم لگایا تھا وہ واقعی موجود تھا !

فضائل !

آپ جامع صفات بزرگ تھے۔ علوم باطنی کا اکتساب اسی دَور کے شیخِ طریقت حضرت حاجی فتح علیشاہؒ سے کیا تھا۔ پھر ریاضت اور مجاہدہ میں اس قدر مصروف ہوئے، کہ تھوڑے ہی عرصے میں سلوک کی تمام منزلیں طے کر گئے۔ آپ کو قطبِ وقت کے لقب سے پکارا جانے لگا۔ باوجودیکہ اس دَور میں آمدورفت اور رسل ورسائل کی سہولتوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ پھر بھی آپ کے مریدین عقیدتمندوں اور شاگردوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔ قصور اور اس کے مضافات سے لے کر پشاور، مُلتان سکھر اور دہلی تک یہ سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔

احکامِ شریعت کے اس قدر پابند تھے جب پتہ چلا کہ بُلّھے شاہؒ اور وارث شاہؒ نے تحصیلِ علم کے بعد اور ہی رنگ اختیار کر لیا ہے تو فرمایا :

"مجھے دو شاگرد عجیب ملے ہیں، ایک
بلّھے شاہؒ جس نے علم پڑھ کر سارنگی پکڑ لی
اور دوسرا وارث شاہؒ جو عالم بننے کے
بعد ہیر رانجھے کے گیت گانے لگا۔"

لیکن ! جب اصل معاملہ کھُلا تو آپ مطمئن ہو گئے !

درس و تدریس اور معمولات!

قصور اور بعد ازاں پشاور کے قیام کے دوران بھی اپنے درس و تدریس کا سلسلہ آپ نے جاری رکھا۔ چونکہ خود آپ احکام شریعت کی پوری پوری پابندی کرتے تھے اس لیے یہ بات برداشت نہ ہوتی تھی کہ طلبا یا مریدین میں سے کوئی احکام شریعت کی خلاف ورزی کرے۔

ہر مرید کو نصیحت فرماتے کہ

"احکام شریعت کی پوری پابندی کی جائے"۔

بات چیت، لباس، نشست و برخاست، غرض کہ پوری زندگی اور زندگی کا ہر پہلو شریعت کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ عقیدت مندوں اور مریدین کے علاوہ عام لوگوں کو بھی دین و شریعت کی پابندی کا درس دیتے۔ جمعہ کے روز مسجد میں خود خطبہ دیتے۔

قصور اور نواحی علاقوں سے ایک خلقت آپ کا وعظ سننے کے لیے نمازِ جمعہ میں شریک ہوتی۔

جب کبھی کسی جگہ کے لیے سفر فرماتے تو راستے میں بھی لوگوں کو پند و نصائح سے مستفیض فرماتے چلے جاتے اور اس طرح دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مقدس فریضہ انجام دیتے رہتے۔

حلقۂ ذکر و فکر بھی ہوتا تھا جس میں مریدین اور عقیدت مند بڑی تعداد میں شریک

ہوتے۔ جو شخص حلقہ ارادت میں داخل ہو جاتا اسے نمازِ پنجگانہ اور دوسرے دینی شعائر کی سختی سے پابندی کی تاکید فرماتے۔

بحث مباحثہ اور مناظروں سے بچتے اور اجتناب کرتے تھے کہ اس سے شر پھیلتا ہے اور اختلافات رونما ہوتے ہیں۔

مریدین اور عقیدت مندوں کو اکلِ حلال کی بڑی سختی سے تاکید کرتے اور فرماتے کہ اس کے بغیر کوئی عبادت ہی قبول نہیں ہوتی۔

آپ کم گو بھی تھے صرف ضرورت کے مطابق بات کرتے اور فرماتے کہ

"خاموشی سلامتی کا تاج ہے یہ امن پسندی
کی راہ ہے اور زیادہ باتیں کرنا شر پھیلاتا
ہے۔"

جو شخص آپ سے ملنے کے لیے آتا اس کے ساتھ نہایت مروّت اور خلوص سے پیش آتے۔ کسی سے تند و تیز اور تلخ گفتگو نہ فرماتے۔ آپ بڑے مہمان نواز بھی تھے اور فرماتے تھے کہ مہمان نوازی صفاتِ پیغمبرانہ میں سے ایک ہے اسے اپنانا چاہیئے۔

کرامات!

متعدد کرامات آپ سے منسوب کی جاتی ہیں جن میں صرف چند ایک کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے:

۱۔ ایک مرتبہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے حاضرِ خدمت ہو کر پوچھا آپ

قطبِ وقت ہیں ؟ اگر آپ کسی چیز کو طلب کریں تو وہ آپ کے کہنے پر آپ کے پاس حاضر ہو سکتی ہے ؟

آپ نے جواب میں فرمایا۔ میاں جب انسان خدا کا بن جاتا ہے تو پوری کائنات اس کے لیے مسخّر ہو جاتی ہے۔ اور اسے کائنات کی ہر چیز پر تصرّف حاصل ہو جاتا ہے۔

نووارد نے پھر پوچھا۔ حضور! وہ کیسے ؟

آپ نے فرمایا کہ فرض کرو میں مسجد میں پڑے ہوئے لکڑی کے اس منبر سے کہوں کہ تو میرے پاس چلا آ۔ تو یہ یقیناً میرے پاس خود بخود چلا آئے گا۔

آپ نے تو اس شخص کو محض سمجھانے کی غرض سے یہ ایک مثال دی تھی لیکن اس شخص کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے یہ دیکھا کہ منبر واقعی گھسٹتا ہوا آپ کے پاس پہنچ گیا ہے۔

وہ شخص یہ کرامت دیکھ کر صدق دل سے اولیاء اللہ کے تصرّف کا قائل ہو گیا۔

پھر آپ اس منبر سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ بھئی ہم نے تو اس شخص کو سمجھانے کے لیے مثالاً ایسا کہا تھا تو اپنی جگہ پر واپس چلا جا۔

چنانچہ منبر واپس لوٹ گیا۔

۲۔ آپ کا مزار مبارک قصور کے بڑے قبرستان میں ہے جہاں آپ اپنے خاندان کے دوسرے بزرگوں کے ساتھ آسودہ خاک ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ زبردست بارش ہوئی۔ قبر مبارک میں ایک

سوراخ ہو گیا اور یہ پانی سے لبریز ہو گئی۔ خواب میں آپ نے اپنے صاحبزادگان کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے درویشوں اور خادموں کو بھیجا کہ قبر کا سوراخ بند کر آئیں۔ انہوں نے جا کر دیکھا۔ تلاش کیا لیکن کہیں سوراخ نظر نہ آیا۔ انہوں نے واپس آ کر بتایا کہ انہیں تو وہاں کوئی سوراخ نظر نہیں آتا۔

دوسری شب آپ نے خواب میں پھر وہی حکم دیا۔

صبح پھر درویشوں کو بھیجا گیا۔

لیکن وہ پہلے ہی کی طرح مایوس لوٹ آئے کہ وہاں کوئی سوراخ نہ تھا۔

تیسری شب آپ پھر خواب میں تشریف لائے۔ آپ نے بڑی جلالت سے صاحبزادگان سے فرمایا کہ تم خود آ کر کیوں نہیں دیکھتے۔ قبر کے فلاں طرف سوراخ موجود ہے۔ اور میں اس وقت نہ ہوں گا۔

چنانچہ!

صاحبزادگان حسب الارشاد صبح قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور دیکھا تو واقعی سوراخ موجود تھا اور قبر پانی سے بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے قبر کو کھلوایا۔ اور یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ جسدِ مقدس اپنی نشست سے غائب ہے۔

پانی خشک کیا گیا۔ لحد مبارک کو سنوارا گیا۔ اور جب اسے بند کرنے لگے تو دیکھا کہ آپ کا جسدِ مبارک اپنی جگہ پہ بدستور موجود ہے۔

ایک شخص حضرت خواجہ غلام مرتضےٰ رح کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا تھا اور اس موضوع پر بحث کرتا کہ حضور غوثِ اعظم رض نے بارہ برس کی ڈوبی ہوئی کشتی برآمد کی، عقل اسے تسلیم نہیں کرتی - آپ اسے دلائل سے سمجھاتے لیکن نہ کوئی دلیل اس کی سمجھ میں آتی اور نہ وہ کسی بات کو مانتا۔

اور پھر ایک مرتبہ یہ شخص بہت عرصہ کے بعد حاضر ہوا، اور حسب عادت اسی مسئلہ پر بحث شروع کر دی۔

آپ نے فرمایا - خوب آئے، آج تمہارا یہ مسئلہ حل ہو جائے گا، کیونکہ حضور غوثِ اعظم رح ہمارے مہمان ہیں - پھر آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہمارے حجرے میں السلام علیکم کہہ کر داخل ہو جاؤ، دو زانو ہو کر بیٹھ جاؤ، اور حضور سرکارِ بغداد رح کی زبانی اپنے سوال کا جواب لو۔

وہ شخص اٹھا، وضو کیا اور حجرہ کا دروازہ کھول کر السلام علیکم کہتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ حضور غوثِ اعظم رح اپنے چند رفقائ کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ اسے دیکھ کر آپ نے اس کا نام لے کر اسے مخاطب فرمایا کہ آؤ میاں فلاں آ گئے کیا تمہیں حافظ صاحب کی زبان پر اعتبار نہ آیا ؟

پھر نہایت محبت اور شفقتِ کریمانہ سے فرمایا کہ

" عزیز، کشتی کے متعلق جو واقعہ تم نے

سنا ہے وہ درست ہے۔"

(یہ حجرہ مبارک آج بھی موجود ہے اور حضوری حجرہ کے نام سے مشہور ہے)

مقام - جامع مسجد قصور اندرون کوٹ

ایک شخص قبلہ عالم حضرت کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا کرتا تھا اور ہمیشہ آیت کریمہ "کُلّ سِیرُوا فی الارض" کے معنی اور خاص کر فی الارض پہ بحث کیا کرتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمین کے اندر کس طرح سیر فرما ہوں گے۔ علی الارض تو ہو سکتا ہے کہ زمین کے اوپر، لیکن فی الارض (زمین کے اندر) یہ کس طرح ممکن ہے۔ آخر ایک روز یہ شخص ہمیشہ کی طرح مصروفِ بحث ہوا تو آپ نے مسجد کے محراب کی طرف توجہ کی تو محراب شق ہو گیا اور حضور خواجہ غریب نواز محراب کی دوسری طرف چلے گئے اور پھر اسی راستے سے واپس بھی آ گئے اور محراب پھر صحیح سالم ہو گیا۔

تب آپ نے فرمایا کہ

"اب بات سمجھ میں آئی یا نہیں؟ کہ حضور
پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح زمین کے
اندر سیر فرما ہوں گے۔"

اس کے بعد وہ شخص اپنے عقیدے اور بحث سے تائب ہوا۔ اور قرآن مجید کی آیت مذکورہ پر صدقِ دل سے ایمان لایا اور پھر کبھی اس پر بحث نہ کی!

ایک دفعہ آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ غلام مصطفٰے بیمار پڑ گئے۔ بیماری نے طول کھینچا اور زندگی سے مایوسی کے آثار ظاہر ہونے لگے، کوئی دوا کارگر ثابت نہ ہوتی تھی، بیٹے کو یوں قریب المرگ دیکھا تو والدہ کا دل تڑپ اٹھا۔ درویشوں سے فرمایا کہ جاؤ بُلّھے شاہ کو لے آؤ۔

ان دنوں حضرت بابا بلھے شاہؒ پہ مجذوبانہ کیفیت طاری تھی۔ حکم پاتے ہی مائی صاحبہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ مائی صاحبہ نے صاحبزادہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا

"دیکھو بُلھے! تمہارے بھائی کا کیا حال
ہو رہا ہے۔ دعا کرو کہ رب العزت اسے
شفا بخشے!"

حضرت بابا بُلھے شاہ نے دائیں بائیں دیکھا پھر حضرت خواجہ غلام مرتضٰیؒ کی نعل مبارک کا ایک پاؤں بغل میں دبا کر جلدی سے گھر سے باہر نکلے اور قبرستان کا رخ کیا۔ مائی صاحبہ نے دیکھا کہ بُلھے شاہ نعل مبارک لے کر بھاگا جا رہا ہے تو پریشان ہوئیں کیونکہ حضرت حافظ خواجہ غلام مرتضٰی کی آمد کا وقت قریب آ رہا تھا اور آپ کی اجازت کے بغیر بلھے شاہ کو دعا کے لیے بلایا گیا تھا۔ اور اگر آپ کو معلوم ہوا تو ناراض ہوں گے۔

مائی صاحبہ نے درویشوں کو دوڑایا۔

درویشوں نے دیکھا کہ بابا بلھے شاہؒ قبرستان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں پھر وہ ایک قبر کے قریب کھڑے ہو گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ قبر کے اندر جھانک رہے ہیں۔ یہ ایک گنہ گار کی قبر تھی۔ درویش کچھ فاصلے پر چھپ کر دیکھنے لگے۔ حضرت بُلھے شاہ کچھ پڑھتے جاتے تھے اور پھر اس نعل مبارک کو اس قبر پہ مارنا شروع کیا اور ساتھ ہی ہنستے جاتے تھے۔ پھر وہاں سے واپس ہوئے تو درویشوں کو دیکھا اور فرمایا کہ جلدی کرو یہ نعل لے جاؤ۔ حافظ صاحب کی آمد کا وقت قریب ہے اور صاحبزادہ صاحب اب بالکل تندرست ہیں۔

درویش خوشی خوشی گھر پہنچے، دیکھا تو صاحبزادہ صاحب صحن میں ٹہل رہے ہیں حالانکہ جاتی دفعہ صاحبزادہ کی حالت ایسی بھی نہ تھی کہ خود اٹھ کر بیٹھ سکیں۔ درویش معاملہ سمجھ گئے اور نعل مبارک کو اسی جگہ رکھ دیا۔

جب حضرت خواجہ حافظ غلام مرتضیٰ تشریف لائے تو صاحبزادہ کو رُو بہ صحت دیکھ کر متحیّر ہوئے لیکن چونکہ روشن ضمیر تھے اس لیے جلد ہی معاملہ کی تہ تک پہنچ گئے مگر اپنی حیرانگی کا اظہار کسی پر نہ ہونے دیا البتہ فرمانے لگے کہ کہیں بُلّھا تو اِس جگہ نہیں آیا ؟

سب نے کوشش کی کہ معاملہ اخفا میں ہی رہ جائے لیکن آخر کار ساری صورتحال سے آگاہ کرنا پڑا۔ آپ نے بلّھے شاہ صاحب کو بلا کر ڈانٹا اور فرمایا کہ خدا کے کاموں میں یہ دخل اندازی کیوں ؟

حضرت بلّھے شاہ نے عرض کی۔ یا حضرت میں نے تو اس میں کچھ نہیں کیا۔ آپ کے نعل مبارک کے صدقے میں ایک گناہ گار پر سے عذاب ٹل گیا۔ اس نے صاحبزادہ کی شفا کے لیے دعا کی تھی۔

آپ نے فرمایا لیکن بلّھے ! آئندہ ایسا مت کرنا۔

یہ نعل مبارک آج بھی اس راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

اولاد !

آپ کی اولاد کی تعداد کا صحیح حال معلوم نہیں ہو سکا۔ چھ یا سات صاحبزادے بتائے جاتے ہیں ان میں سے چھ کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے ہیں جو یہاں درج کیے جاتے ہیں :

۱۔ حضرت ابراھیم رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ حضرت حافظ خواجہ غلام مصطفےٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ حضرت خواجہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ حضرت داؤد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور !

۶۔ حضرت اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حافظ غلام مصطفیٰ

حضرت خواجہ حافظ غلام مرتضیٰ کے واصلِ حق ہو جانے کے بعد مسندِ خلافت حضرت خواجہ حافظ غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالی۔ آپ اپنے والدِ باکمال کی طرح حافظِ قرآن، عالمِ بے بدل، جیّد فقیہہ، محدّث اور صاحبِ حال وقال بزرگ تھے آپ نے تمام علوم متداولہ جن میں علم فلسفہ، منطق، صرف و نحو، شعر و ادب، اسماء الرجال فقہ، حدیث، قرأت و تجوید اور خطابت وغیرہ شامل ہیں، حاصل کیے۔

حضرت خواجہ غلام مصطفیٰ کا دَور وہ دَور ہے جب کہ دولتِ مغلیہ کا چراغ محض ٹمٹما رہا تھا۔ انتشار اور طوائف الملوکی کی بدولت کسی کو سکون میسر نہ تھا۔ ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔

غرضیکہ!

مخلوقِ خدا پر خدا کی زمین تنگ ہو رہی تھی۔

جاٹوں، مرہٹوں اور سکھوں کی اندھیر گردی کے علاوہ پنجاب پر انگریزوں کی نظریں بھی لگی ہوئی تھیں۔ اسی دَور میں سکھ سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ اور اس کے لیے متحارب قوتوں کی پنجہ آزمائی پنجاب ہی کے میدانوں میں عمل میں آئی۔

قیاس کہتا ہے کہ

ان حالات میں کسے فرصت ہوگی کہ وہ حضرت خواجہ کے کوائف و

حالات جمع کرتا بلکہ ان پریشان کن حالات اور بدامنی میں تو کئی علمی و ادبی خزانے ایسے ضائع ہوئے کہ ان کا نشان تک بھی باقی نہ رہا۔

یہی وجہ ہے کہ

حضرت خواجہ غلام مصطفیٰ رح کے حالات نہ تو اس دور کے تذکروں میں ملتے ہیں اور نہ ہی خاندانی طور پر اس بندہ کے پاس صدری یادداشتیں اور دیگر تحریری مواد موجود ہے جس سے کہ آپ کے حالات پر کچھ روشنی ڈالی جا سکے۔

چونکہ اب اصل منزل قریب ہے اور کتاب ہذا کے اصل مدعا کا آغاز ہوا چاہتا ہے اس لیے اصل مقصد کی طرف آتا ہوں۔

اس سے قبل اپنے جن بزرگان کے حالات احاطۂ تحریر میں لا چکا ہوں، وہ بھی محض اللہ تعالیٰ ہی کی نصرت و امداد کے شاملِ حال ہونے کا نتیجہ ہے۔

اور اب!

اپنے جس بزرگ اور جدِّ امجد کے حالات و سوانحِ مبارک پر قلم اٹھانے کی جسارت کر رہا ہوں وہ کتاب ہذا کا اصل موضوع ہیں۔ اور شاید اللہ تعالیٰ ہی کو یہ منظور تھا کہ ان کی بدولت خاندان کے دوسرے بزرگوں کے مختصر سے حالات بھی کتابی شکل میں یک جا ہو گئے ہیں۔

ورنہ!

صدیاں بیت گئیں یہ حالات منتشر اوراق
صدری یادداشتوں، مختلف قلمی نسخوں،
اور کتب و رسائل میں اس طرح بکھرے

حضرت خواجہ

غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری

ولایت و تصوف کا یہ آفتابِ عالم تاب ۱۲۰۲ ہجری کو طلوع ہوا۔

آپ کی پیدائش بھی قصور میں ہوئی۔

آپ کی عمر ابھی بمشکل ایک سال کی ہوئی تھی کہ والدِ محترم حضرت خواجہ غلام مصطفیٰ اِس عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھارے اور اس طرح آغوشِ مادر ہی میں آپ کو داغِ یتیمی سے ہمکنار ہونا پڑا۔ آپ کی پرورش کا ذمہ آپ کے عم بزرگوار حضرت مولانا خواجہ شیخ محمد قصوری نے اٹھایا۔

پڑے بھٹے جس طرح کہ موتیوں کا ہار ٹوٹ
جائے اور موتی اِدھر اُدھر بکھر جائیں۔

اس منتشر دفترِ پارینہ کی شیرازہ بندی کی سعادت اس فقیر کے حصے میں آئی ہے۔

میں ایک مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ سے نصرت و امداد طلب کرتا ہوں۔

آپ کی صرف ایک اولادِ نرینہ تھی جن کا نام نامی، اسم گرامی حضرت خواجہ حافظ غلام محی الدینؒ ہے۔ یہ وہی ذاتِ گرامی ہے جن کے حالات و سوانح لکھنے کے لیے میں نے نصرتِ خداوندی کے شاملِ حال ہونے کی دعائیں مانگی ہیں۔ یہ کتاب بھی انہی کے اسم مبارک یعنی "انوارِ محی الدین" سے منسوب کی گئی ہے

اور!

اب کتاب کا وہ حصہ شروع ہوتا ہے جسے مرتّب و مدوّن کرنے کی آرزو کو ایک مدّت کے بعد عملی جامہ پہنا رہا ہوں!

دہلی کا سفر!

چونکہ اس دور میں سفر اور سیاحت کے بغیر تحصیلِ علم میں کسی کا کمال تسلیم ہی نہیں کیا جاتا تھا اور پھر بزرگانِ دین اور مشائخِ عظام تو اپنے سے بلند رتبہ اولیائے وقت کی تلاش میں دُور دراز کا سفر اختیار کیا کرتے تھے تاکہ مظاہرِ فطرت کا مشاہدہ کر کے ایمان باللہ کو اور مضبوط بنائیں۔ چنانچہ آپ نے بھی اس غرض سے اوائلِ شباب میں بریلی کا سفر کیا۔ وہاں آپ کے خاندان کے کچھ افراد بھی رہتے تھے۔ آپ اپنے ان بزرگوں سے ملاقی ہوئے اور پھر سیر و سیاحت کا شوق انہیں دہلی لے گیا۔

دہلی میں حضرت قطبِ زماں خواجہ عبداللہ شاہ غلام علی نقشبندی مجددی مظہری، دہلوی رح کی خدمتِ اقدس میں بھی حاضر ہوئے۔ وہ صاحبِ نظر اور صاحبِ حال بزرگ اس جوہرِ قابل کو فوراً پہچان گئے چنانچہ آپ سے انتہائی محبت خلوص اور عنایت کا مظاہرہ کیا۔

چونکہ وہ قیوم زماں حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رح کے خلیفہ تھے اور سلسلہ مجددیہ سے منسلک تھے اس لیے انہوں نے آپکو اشارۃً کنایتہً اس سلسلے سے منسلک ہونے کی ترغیب دی۔ لیکن چونکہ ابھی تک آپ کے عمِ محترم حضرت خواجہ شیخ محمد قصوری رح بقیدِ حیات تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کرنے کے علاوہ سلسلہ قادریہ میں ان سے خلافت بھی حاصل کی تھی اس لیے ان کی زندگی میں کسی دوسرے سلسلے سے منسلک ہونا بہتر نہ جانا، اور خاموش رہے۔ ادب کا تقاضا بھی یہی تھا کہ سکوت اختیار کیا جاتا۔ چنانچہ آپ اس

ابتدائی تعلیم !

اس دُرِّ یتیم کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری عمِّ بزرگوار کے کندھوں پر تھی جب طفولیت کی منزلوں سے گزر کر سنِ شعور کو پہنچے تو عمِّ محترم نے تعلیم کا انتظام کیا۔ حضرت خواجہ شیخ محمد قصوری رح خود وقت کے صاحبِ علم اور صاحبِ دل بزرگ تھے۔ انہیں علوم متداولہ پر پورا عبور حاصل تھا۔ اس لیے انہوں نے یتیم بھتیجے کی تعلیم و تربیت کا بھی خود اہتمام کیا اور یہ بیڑا بھی خود اٹھایا۔ آپ نے ان سے معقول و منقول کی تمام کتابیں پڑھیں اس کے علاوہ صرف و نحو، قواعد فلسفہ منطق، اسماء الرجال، حدیث، شرح اور فقہ کی تعلیم بھی انہی سے حاصل کی۔

اگرچہ !

ان علوم میں کمال حاصل کرنے کے لیے انہیں دُور دراز کے سفر بھی اختیار کرنا پڑے اور کئی دوسرے اساتذۂ وقت کے سامنے زانوئے تلمذ بھی طے کیا۔

عمِّ محترم کو تصوف کے سلسلوں میں سلسلہ قادریہ کی خلافت حاصل تھی جب علومِ ظاہری سے فراغت پانے کے بعد علومِ باطنی کی طرف متوجہ ہوئے تو سلسلہ قادریہ کی تعلیمات کے مطابق سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد اپنے عمِّ محترم سے ہی سلسلہ قادریہ کی خلافت بھی حاصل کی۔

"بعد از انتقال نمودن عمّم جیؒ باوجود این ہمہ
محاصل ہمہ را گزاشتہ بخدمت عالی جناب
قطب الاقطاب حضرت شاہ صاحب قبلہ
غلام علی دہلوی قدس سرہٗ بجہت تحصیل نسبت
مجدّدیہ حاضر خدمت گردید۔ چنانچہ حضرت
شاہ صاحب قبلہ بہ تعظیم و تکریم حضرت ایشاں
نمودند حضرت ایشاں نمودند کہ من بجہت
استفادہ برائے کفش برداری حاضر خدمت
جناب شدہ ام تا جناب شاہ صاحب قبلہ
بہ نہایت خوشی دل قبول نمودند ایشاں را۔
در خدمت شاہ صاحب قبلہ یازدہ ماہ در
خدمت بابرکت ماند از آنجناب ایشاں
را اجازت خلافت در سلاسل ثلاثہ چنانچہ
در سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ قادریہ و
چشتیہ مجاز کلی فرمودند و ضمنی نیز کردند
کلمات در مدح و ثنا اکثر در حق ایشاں
شاہ صاحب مے فرمودند۔"

درویشِ خدادوست کی محفل کا رنگ دیکھتے رہے اور پھر کچھ دنوں بعد واپس قصور تشریف لے آئے۔

بیعتِ مجدّدیہ !

جب آپ کے عمِّ محترم کا انتقال ہو گیا تو سلسلہ مجدّدیہ میں حصولِ فیض کی غرض سے حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں دوبارہ حاضر ہوئے۔ اس واقعہ کو اپنی تصنیف ملفوظات شریفہ چہل روزہ المعروف چہل مجالس میں یوں بیان فرماتے ہیں :

"جس روز یہ احقر طریقہ عالیہ مجدّدیہ کی بیعت کے ارادے سے حضور کی محفل مبارک میں حاضر ہوا تو آپ حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ

"امروز امرے عظیم ظہور مے کند کہ فاضلے

از ما اخذ طریقہ مے نماید"

ترجمہ : " آج امرِ عظیم یعنی ایک بہت بڑا کام ظاہر

ہو رہا ہے اور وہ یہ کہ ایک عالم فاضل شخص

ہم سے فیضِ طریقت حاصل کر رہا ہے " !

آپکے خلیفہ حضرت مولانا غلام مرتضٰے صاحب ؒ بیربل والا نے آپ کے سفرِ دہلی کے بارے میں لکھا ہے کہ

ترجمہ : "اپنے عمِ محترم کی وفات کے بعد آپ پھر دہلی تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزاری کہ کفش برداری کی خدمت حاصل کرنا چاہتا ہوں، حضرت شاہؒ صاحب آپ کے ساتھ انتہائی عزت و تکریم سے پیش آئے، اس سے قبل آپ پہلی مرتبہ گیارہ ماہ تک شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے تھے۔ تو حضرت شاہؒ صاحب نے آپ کو صوفیا کے تین سلسلوں یعنی نقشبندیہ، مجددیہ، قادریہ اور چشتیہ میں خلافت کی مکمل اجازت دی تھی اور آپ کی بے حد تعریف بھی کی تھی۔"

آپ خود حضرت قبلہ شاہ غلام علی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے متعلق اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"آپ نے میرے دونوں ہاتھ اپنے بابرکت ہاتھوں میں لیے اور بارگاہِ خداوندی میں نہایت عجز و انکسار سے عرض کیا کہ

"الٰہی !
ہر فیض کہ حضرت غوث الاعظمؒ از آبائے
کرام خود از ما و از مرشدانِ دیگر عطاء"
و دیگر فیض کہ از کسبِ خود حاصل نمودہ اند
بجلدی تمام نصیب ایشاں فرما !"

ترجمہ : "اے باری تعالیٰ !
ہر ایک فیض جو حضرت غوث الاعظمؒ نے اپنے باپ دادا

سے ورثہ میں اور دوسرے بزرگوں اور مرشدوں سے بطور عطا اور جتنے فیض اپنی محنت اور کمال سے حاصل کیے وہ سب کے سب جلدی ان کو نصیب فرما۔"

پھر فرماتے ہیں کہ یہ دعا فرمانے کے بعد آپ نے میرا دایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر ہوا میں لہرایا اور فرمانے لگے :

" دستِ شما را در دست حضرت غوث الاعظمؒ
دادیم در ہر کار دینی و دنیوی ممد و معاون
شما باشند۔"

ترجمہ : " ہم نے تمہارا ہاتھ حضرت غوث الاعظمؒ کے ہاتھ میں دیا۔ اب حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ہر دینی و دنیوی کام میں آپ کے مددگار اور معاون ہوں گے۔"

حضرت قبلہ شاہ غلام علی صاحبؒ کی خدمت میں آپ نے جس تیزی کے ساتھ سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں۔ اس کی ایک مثال آپ نے اپنے ملفوظات میں لکھی ہے۔ فرماتے ہیں :

" حضرت قبلہ شاہ غلام علی صاحبؒ نے ایک مرتبہ مفتی شہر کی موجودگی میں میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تین چار ماہ ہوئے یہ مولوی صاحب قصور سے آئے ہیں۔ اس قلیل عرصہ میں انہوں نے جو کمال حاصل کیا ہے مفتی صاحب ! وہ آپ چھ سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ ہمارے بڑھاپے کی محنت ہے۔"

حضرت قبلہ شاہ غلام علی دہلویؒ اپنے ایک مرید حضرت مولانا خالد رومی کو حضرت قبلہ خواجہ قصوریؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

" مولانا غلام محی الدینؒ نے مجھ سے تعلیم حاصل
کی اور کشادگی ان کی نسبتِ باطن میں پیدا
ہوئی۔ تمام انعاماتِ الٰہی سبحانہٗ سے ایک
یہ کہ مولوی مسطور قصور سے بندۂ لاشئے کے
پاس آیا۔ چند ماہ میں نسبتِ احمدیہ کو پہنچا
اور با اجازت خلافت ممتاز کو پہنچا۔ "

شاہ صاحب اکثر آپ کی مدح و ثنا کرتے تھے۔ اپنے مریدوں میں سے جو علاقہ پنجاب لاہور، ملتان اور پٹیالہ سے تعلق رکھتے تھے انہیں حضرت خواجہ قصوریؒ کے سپرد فرمایا۔ خواجہ قصوریؒ نے قبلہ شاہ صاحب کے ملفوظات چہل روزہ تحریر فرمائے۔ ان میں عجیب و غریب نقاط بیان فرمائے ہیں۔ ان ملفوظات شریفہ کی مثل کوئی کتاب سلوک مجددیہ کی دیکھنے میں نہیں آئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہیؒ نے ان ملفوظات کے متفرق اوراق کو جمع کیا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے اپنی کتاب مقاماتِ مظہریہ خورد کے آخر میں جہاں انہوں نے اپنے خلفا کا ذکر کیا ہے، حضرت قبلہ قصوریؒ کے متعلق ان الفاظ میں اظہارِ خیال فرمایا ہے :

"جامع کمالاتِ علومِ ظاہر و باطن حضرت
مولوی غلام محی الدینؒ صاحب تلمیذ نے بہت
فائدہ حاصل کیا۔ بلدہ قصور کے نزدیک سے
اور عنایتِ الٰہی سبحانہٗ سے نسبتِ احمدیہ
کو پہنچے، نہ صرف اجازت بلکہ خلافت پائی
فالحمد للہ سبحانہٗ عمّ نوالہ اللہ تعالےٰ
اپنے فضلِ عام کے ساتھ ان کو اپنی محبت
اور معرفت کے چراغِ طلب کے ساتھ
امام مستفید فرمائے۔"

ایک روز قطب العالم حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلویؒ کی محفل میں حضرت خان نجیب الدین خاں قصوری شرف قدمبوسی کو حاضر ہوئے۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور خوشی کے عالم میں فرمایا کہ

"غلام محی الدینؒ را پیر کدام مکان کنیم؟"

"غلام محی الدینؒ کو کس جگہ کا پیر بنایا جائے؟"

خان صاحب نے یہ سن کر عرض کیا۔

"پیرِ قصور!"

کہ انہیں قصور کا پیر بنا دیجئے۔

اس پر حضرت خواجہ شاہ غلام علیؒ جوش میں آگئے اور فرمایا۔

"عجب قاصرِ ہمت ، ہستی اورا پیرِ تمام پنجاب خواہیم کرد۔"

"تم بہت کم ہمت ہو۔ ہم انہیں سارے پنجاب کا پیر بنائیں گے۔"

ایک دن حضرت خواجہ قصوریؒ پر گریہ طاری ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو بھی اس کی خبر ہو گئی۔ جب آپ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا۔

"دوسری تکلیفوں میں رونا ایک دن کا ہوتا ہے لیکن فقیری میں ہمیشہ کا رونا ہے اور یہ رونا کبھی ختم نہیں ہوتا۔"

ملفوظاتِ چہل مجالس میں فرماتے ہیں کہ

"مولوی صاحب ! مولویت را بگذرد و آہ بیاموزید !"

"مولوی صاحب ! مولویت کو چھوڑ دو ، اور آہ و بکاری سیکھو !"

(صوفیا کے نزدیک اس سے خشوعِ قلب کی دولت میسر آتی ہے۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ پھر میرے دل میں آہ کا چاند چمک اٹھا۔ میں نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی کہ یا اللہ اس میں کمی نہ کرنا بلکہ اس میں زیادتی فرمانا۔ اور اس وقت آہ کی تعریف میں یہ دو شعر زبان سے نکل گئے ؎

مدے کہ طرفہ برسرِ آدم کشیدہ اند
آں مدِّ آہ دان کہ پیش آفریدہ اند
مدِّ آہ گر نبودے برسرِ آدم پدید ،
او آدم بودے کہ یعنی چرمِ گاؤ گوسفند

ترجمہ : "وہ عجیب مدّ جو کہ لفظ "آدم" کے سر پر کھینچی گئی ہے اس کو "آہ" کی مدّ سمجھنا چاہیئے جیسے پہلے پیدا کیا جا چکا ہے اگر یہ آہ کی مدّ آدم کے سر پر ظاہر نہ ہوتی تو یہ لفظ "آدم" ہوتا۔ اور اس کے معنیٰ ہیں بکری اور گائے کا چمڑا۔"

ملفوظات چہل مجالس میں حضرت خواجہ قصوریؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ

"ماہ رمضان المبارک کی چودہ تاریخ تھی۔ گرمی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ یہ فقیر اپنی حکمتِ عملی سے پانی ٹھنڈا کر کے افطاری کے لیے حضورؒ کے پاس لے گیا جب حضورؒ نے دُور سے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا

"بگو مجنوں! چہ آوردی برائے تحفۂ لیلیٰ؟"

حضرت خواجہ قصوریؒ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر فقیر نے دل میں جواباً عرض کیا :

"دلِ صد پارہ آوردم اگر باشد بداں میلے"!

جب وہ ٹھنڈا پانی حضور کے سامنے رکھا تو کمال رضامندی اور خوشی سے دعا فرمائی

"برّد اللّٰہ قلبك ببرد معرفته"

"اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو معرفت کی ٹھنڈک سے ٹھنڈا کرے"!

نوٹ : لفظ مجنوں کے تحت حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ نے ملفوظات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"لا یؤمن احدکم حتیٰ یقال انه مجنون۔"

یعنی "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے متعلق یہ نہ کہہ دیا جائے کہ تحقیق وہ مجنوں ہے۔"

پھر حضرت خواجہ صاحبؒ تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ نے اس غریب الدیار، پریشاں حال کے متعلق لفظ "مجنوں" استعمال فرمایا تو گویا کمالِ ایمان کی بشارت دی ہے۔

اللہ اللہ، قلب و نظر کی یہ رسائی بھلا ہر ایک کو کہاں میسّر آتی ہے۔ اور ایک عام انسان کا ذہن کب اس طرف منتقل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی دنیا دار شخص ہوتا تو بس یہ سمجھ لیتا کہ آپ نے لفظ "مجنوں" ازراہِ محبت یا شوخیٔ طبع کے لیے ہی ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن حق بین نگاہوں اور صحیح اور صالح قوتِ فکر کے چشمے نے کس طرح حقیقت کی بلندیوں کی طرف راہنمائی کی۔

حضرت خواجہ قصوریؒ فرماتے ہیں:

"بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست
کہ ایں مژدہ آسائشِ جانِ ماست"

یعنی اگر میں اس خوش خبری پر جان بھی قربان کردوں تو ٹھیک ہے کیونکہ یہ بشارت میری جان کی آسائش و آرام ہے۔

ایک دن عصر کے حلقے میں حضرت خواجہ قصوریؒ حاضر تھے۔ محمد حسن چشتی صاحبؒ بھی جو کہ حضور خواجہ شاہ صاحب دہلویؒ کی بارگاہِ عالیہ میں بے حد مقبول تھے حلقے میں حاضر تھے۔ حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ نے حضرت خواجہ قصوریؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ محمد حسنؒ اپنی زبانِ حال سے تمہیں کہتا ہے

نالہ زمن بود کہ بلبل زود برد

یک نفس وا شدنی داشت دلم گل زود برد

ترجمہ : "مجھ سے نالہ وبکا شروع ہوا تھا کہ بلبل جلدی سے لے گیا۔ دل کی کلی کھلنے میں ایک گھڑی باقی تھی کہ اسے جلدی سے پھول نے چرالیا۔"

یہ سن کر حضرت خواجہ قصوریؒ نے بھی زبانِ حال سے حضورؒ اقدس کی خدمت میں عرض کیا ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست

تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

ترجمہ : "میں اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا ہوں یہ تو سب آپ نے ہی دی ہیں۔ میری تمام چیزیں آپ ہی کی ہیں۔"

خلافت و اجازت!

ایک دن حضرت خواجہ شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ محفل میں اجازت اور خلافت کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے آپ نے حضرت خواجہ قصوریؒ دائم الحضوری کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ

"ہم بہت جلد تجھے اجازت دیں گے اور
آزمائش کے لیے اپنے سامنے توجہ دلائیں گے۔"

توجہ دینا صوفیائے کرام کی اصطلاح ہے جس میں مرشد اپنے مرید کے قلب و نظر کی اصلاح و تربیت کے لیے اپنی روحانی قوّت کے تصرّف سے اس پر ایک خاص کیفیت طاری کرتا ہے جس سے مرید کے دل کی دنیا روشن ہوتی ہے اور لطائف کھلتے ہیں۔

شعبان المعظم کی ۲۷ تاریخ تھی اور چہار شنبہ کا روز تھا کہ حضرت قبلہ عالم شاہ صاحبؒ دہلوی نے طریقہ القاء اور حلقہ کی اجازت بخشی۔ قبلہ شاہ صاحبؒ نے حضرت مولانا محمد عظیم صاحبؒ اور حضرت صاحبزادہ رؤف احمد صاحبؒ کو بطور گواہ طلب فرمایا اور حضرت خواجہ پیر قصوری دائم الحضوریؒ کو اپنے قریب بٹھایا اور پھر فرمانے لگے کہ آج آپ کو ہم چھ سلسلوں یعنی قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، مجددیہ اور کبرویہ میں بیعت و خلافت کی اجازت دیتے ہیں۔

پھر نصیحت فرمائی کہ

جو فیض کا طالب ہو اور اپنی تشنگی کا اظہار کرے اس کے دل میں القا کرتے رہنا۔

پھر القا کا طریقہ بھی فرمایا۔

پھر اپنی کلاہ مبارک اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر رکھی۔ دیر تک اپنا ہاتھ حضرت خواجہ قصوریؒ کے سر پر رکھے رہے۔

کچھ دیر بعد فرمایا کہ

"آؤ! ان چھ سلسلوں کا فیض بھی علیحدہ علیحدہ تمہارے سینے میں القا کر دوں"۔

جب آپ توجہ سے القائے فیض کو ودیعت کر چکے تو حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ اٹھے، آداب و نیاز بجالائے۔ تشکر و امتنان کے احساسات و جذبات چھلکے پڑتے تھے انہیں قابو میں نہ رکھ سکے، بے اختیار آپ کے قدموں میں گر پڑے

اور دیر تک اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھے گریہ کناں رہے اور عرض کرتے جاتے تھے کہ

من سگِ گرگین لائق این تشریف شاہی[1]
نہ بودم محض بہ عنایت کرم وفضل نمودہ اند!

حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کلاہ مبارک میری اپنی نہیں بلکہ کئی پشتوں سے ہمارے پاس چلی آرہی ہے۔ یہ پیرانِ کبار کی ہے۔

پھر فرمایا کہ خرقۂ خلافت ۲۷ رمضان المبارک کو بخشا جائے گا۔

اس لیے کہ یہ دن اپنے تقدس وعظمت کے اعتبار سے لاثانی ہے اسی روز قرآنِ پاک نازل ہونا شروع ہوا تھا۔

آخر وہ مبارک ساعت بھی آن پہنچی جس کی خاطر حضرت خواجہ قصوریؒ ہزاروں میل کا سفر طے کرکے ایک عرصہ تک پیرِ باصفا کی خدمت میں مصروف تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ پیرِ کامل نے اس گوہرِ آبدار کے جوہر کو پوری طرح چمکا دیا تھا۔ اللہ اللہ وہ دُرِّ یتیم جو بالکل بچپن میں ہی والد کے سایۂ شفقت سے محروم ہو گیا تھا اور جس کو عمِّ محترم نے پرورش کیا تھا آج سلوک کی انتہائی منزلیں طے کر چکا تھا۔ حق تعالیٰ نے اسے وہ سعادت بخشی تھی کہ پیر بھی ایسے شاگرد پر فخر و ناز کرتے تھے۔

[1] ملفوظاتِ چہل روزہ!
چنانچہ!

جب ۲۷ رمضان المبارک کا دن آیا تو نمازِ مغرب کے بعد اس گوہر شناس نے

کہ زمانہ جسے شاہ غلام علی صاحبؒ کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کرتا ہے حضرت خواجہ قصوریؒ کو طلب فرمایا اور خرقہ خلافت اور کلاہ پہلے خود پہنا اور اپنے جسم مبارک سے اسے برکت و فضیلت بخشی۔ پھر مُرید با صفا پر توجہ فرمائی اور اپنے دستِ مبارک سے خرقہ پہنانے لگے۔

حضرت محمد عظیمؒ اور حضرت صاحبزادہ رؤف احمد صاحبؒ سے فرمایا کہ تم بھی خرقہ پہنانے میں مدد دو کہ پیرانِ عظّام کی یہ بھی سنّت ہے چنانچہ وہ آگے بڑھے اور خرقہ پہنانے میں تعاون کرنے لگے۔

پھر اپنے دست مبارک سے کلاہ شریف آپ کے سر پر رکھی اور القاؑ و حلقہ کی اجازت کی تجدید فرمائی اور کہا کہ

"ہماری طرف سے تمہیں کُلی اجازت ہے کہ
جو کوئی طلبِ فیض کے لیے آئے۔ ہماری
طرف سے فیض و اذکار کا القاؑ کرنا!
اللہ تعالیٰ پیرانِ کبار اور مشائخ عظّام
کے صدقے تاثیر اور ثمرات بخشے گا۔"



عید الاضحیٰ کا روز تھا۔

حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ نمازِ عید کے لیے عید گاہ میں تشریف لے گئے۔ نماز ادا ہو چکی تو عقیدت مندوں نے ہجوم کیا اور قدمبوسی کے لیے آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

حضرت خواجہ قصوریؒ بھی قدمبوسی کے لیے حاضر ہوئے لیکن خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ مجبوراً اس انتظار میں کہ یہ عقیدت مند فارغ ہو لیں تو پھر قدمبوسی کا شرف حاصل کریں گے۔

چنانچہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

اتنے میں شاہ صاحب نے یاد فرمایا۔ آواز آئی

"مولوی قصوریؒ کجاست بیاید؟"

یہ آواز کانوں کے پردوں سے ٹکرائی۔ آپ فوراً اٹھے اور جا کر قدمبوس ہوگئے حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ نے اپنے دستِ مبارک سے آپ کا سر اٹھا کر سینہ مبارک سے لگا لیا۔ اور اس قدر توجہ فرمائی کہ آپ کے دل میں ایک منفرد جوش و حرارت بھر دی۔ پھر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ حضرت خواجہ قصوریؒ پھر اپنی جگہ پر تشریف لے آئے۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ اپنے پیرِ طریقت حضرت خواجہ قیّومِ زماں مرزا مظہرِ جانِ جاناں شہیدؒ دہلوی کے مزارِ اقدس پر تشریف لے گئے اور قدم گاہ کی خاک اٹھا کر اپنی آنکھوں، رخساروں اور دل پر ملی پھر بائیں جانب بیٹھ گئے اور فرمانے لگے:

"یا حضرت! نہایت ضعیف ہو گیا ہوں، اب تو بیٹھ کر بھی نماز پڑھنا مشکل ہو گیا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت بھی نہیں کر سکتا۔ آپ نے ساری عمر مجھے خوش رکھا۔ اب اللہ تعالیٰ آپ کے طفیل خاتمہ بخیر کر دے!"

اسی جگہ شاہ صاحب قبلہ نے حضرت خواجہ قصوریؒ کو پھر یاد فرمایا اور آپ کا ہاتھ دیر تک ہوا میں لہراتے رہے۔ پھر آپکو حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ کے سپرد کیا اور بصد ادب و احترام انتہائی دلگداز لہجے میں فرمایا :

"یا حضرت !

یہ غریب الدیار آپ کے گھر آیا ہے اس کے حق میں اپنی تمام تر عنایات فرمائیں۔"

پھر سہارا لے کر اٹھے اور اندر تشریف لے گئے۔

حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلویؒ آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ حضرت غوث الاعظمؒ، حضرت معاویہؓ را خلیفہ پنجم نوشتہ اند، ما غلام محی الدین را خلیفہ پنجم خود گردانیدیم۔

الغرض حضرت شاہ صاحبؒ آپ پر بے حد مہربان تھے اور ہر طرح کی نظرِ عنایت فرماتے تھے۔ مرشدِ کامل کی نظرِ عنایت ہی کا نتیجہ تھا کہ آٹھ نو ماہ کے اندر اندر آپ نے سلوک کی وہ تمام منازل طے کر لیں جو دوسرے سالہا سال کی محنت شبانہ اور ریاضت کے بعد بھی حاصل نہیں کر پاتے۔ پھر آپ کو خلافت بخشی اور رخصت فرمایا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی نے آپ کو بیعت و خلافت کی جو اجازت دی تھی اس اجازت نامے کی نقل حسب ذیل ہے۔

"مولانا مولوی غلام محی الدین قریشی قصوری زرفہ ودام الحضوری نزد این فقیر رسیدہ بہرہ یاب کمالات صوری ومعنوی گردیدہ وحقیقت مسمیٰ الباطن وکمالات نبوت حقیقت موسوی واحمدی وحقیقت قرانی را بدرجہ یافتہ ۔ دست ایشاں دست من مقبول ایشاں مقبول من ایشاں را پیر قصور کردیم ایشاں را پیر لاہور کردیم ایشاں را پیر پنجاب کردیم ۔"

علم حدیث میں آپ کو شاہ ولی اللہ دہلوی رح کے خاندان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ دہلی میں رہ کر آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث پڑھا اور اس میں وہ مقام حاصل کیا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رح نے آپ کو علم حدیث پڑھانے کی باقاعدہ اجازت اور سند دی تھی !

تحفہ دستگیریہ میں اس کی نقل ان الفاظ میں موجود ہے :

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام

علیٰ رسولہ محمد شفیع المذنبین وعلیٰ آلہ

واصحابہ الهادین اما بعد میگوید فقیر عبدالعزیز

دہلوی عفی اللہ عنہ کہ مولوی غلام محی الدین

صاحب را اجازت خواندن وتعلیم احادیث

رسول صلعم رب العالمین بشرط مراجعت بطرف

شروح وتراجم کتب حدیث وقت تدریس
دادم ونیز اجازت تفاسیر کلام مجید دادم
وسند کتاب حدیث کہ اصح کتب حدیث
صحیح بخاریست نوشتہ دادم سندہ
ہکذا .... الخ

دہلی سے واپسی

سیاسی حالات !

یہ وہ دور تھا جب کہ دولتِ مغلیہ دم توڑ رہی تھی۔ ہر طرف انتشار و افتراق کا دور دورہ تھا۔ سلطنتِ دہلی کا اقتدار برائے نام تھا۔ اصل طاقت انگریز کے ہاتھ میں جا چکی تھی۔ ما سوائے پنجاب کے باقی سارے ملک پر عملاً انگریز کی عملداری تھی۔ دکن میں مرہٹوں نے تباہی مچائی ہوئی تھی۔ اگرچہ احمد شاہ ابدالی کے حملے نے ان کی طاقت کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے تھے لیکن وہ گروہوں میں بٹ کر لوٹ مار قتل و غارت میں مصروف تھے

اور دوبارہ اپنا اقتدار قائم کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

وسطِ ہند اور شمالی ہند میں ہندو جاٹوں نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر رکھی تھیں اور سب سے بدتر حالت پنجاب کی تھی۔ اگرچہ یہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور کئی صدیوں تک مسلمانوں نے یہاں حکومت بھی کی تھی لیکن اب سکھ گردی نے پنجاب میں وہ تباہی مچائی تھی کہ الحفیظ والامان۔

پنجاب میں مسلمانوں کا اقتدار سکھوں ہی کے ہاتھوں سے ختم ہوا۔ نادر شاہ نے جب دہلی پر حملہ کیا تو واپسی پر اس کی فوج نے پنجاب کو بھی نشانہ بنایا۔ نادر شاہ کا حملہ عذابِ الٰہی سے کم نہ تھا، اور اس نے مسلمانوں کی رہی سہی ساکھ کا جنازہ نکال دیا۔ سکھوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور رنجیت سنگھ نے آہستہ آہستہ پنجاب کے اضلاع میں اپنی طاقت کو بڑھانا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ پنجاب کا حاکم بن بیٹھا۔

یہ وہ دَور تھا جسے مسلمانوں کی ابتلاء و آزمائش کا بدترین دور کہا جا سکتا ہے۔

اس پُر آشوب دور میں کلمۂ حق بلند کرنے اور دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے فریضہ کی انجام دہی کا کام بڑے ہی دل گُردے کی بات تھی۔ کیونکہ سکھوں نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے اور جس طرح مسلمانوں کو تہِ تیغ کیا اس کے پیشِ نظر کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ زبان بھی کھول سکے۔

یہ وہ حالات تھے جن کی موجودگی میں آپ کو واپس قصور آکر اپنا فرض ادا کرنا تھا چنانچہ دہلی سے قصور کے لیے رختِ سفر باندھا اور اپنے آباؤ اجداد کی سرزمین میں لوٹ آئے۔ یہاں پہنچ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور لوگوں کو رشد و ہدایت

آپ کا شیوہ تھا اور یہی اوصاف تھے جن کی بدولت آپ اس انتہائی مایوس کن دَور میں اصلاح و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

سیر و سفر اور تبلیغِ دین!

آپ کے مرشد نے آپ کو سیر و سفر کا حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے خود لوگوں کے پاس پہنچا جائے۔ اگرچہ لوگ مورو ملخ کی طرح قصور کا رخ کرتے اور فیض یاب ہوتے تھے لیکن تبلیغ اسلام کا فریضہ سفر کا تقاضا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ کا طریقہ تھا کہ صرف رمضان المبارک کا مہینہ گھر میں قیام فرماتے اور سال کے باقی گیارہ ماہ سفر میں رہتے۔ اور لوگوں کو رشد و ہدایت کا درس دیتے۔ اور ایک مرتبہ تو رمضان المبارک کا پورا مہینہ بھی مٹھ ٹوانہ میں ہی گزر گیا۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں ڈیرہ غازی خاں۔ چوہڑ کانہ۔ میانی شاہ پور۔ پاک پتن شریف اور لاہور اکثر آتے جاتے رہتے تھے۔ بریلی اور دہلی کا سفر حصولِ تعلیم کے لیے کیا تھا۔ اس کے علاوہ گجرات ملتان اور برِّ صغیر کے متعدّد شہروں کا سفر بھی آپ نے کیا۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد تھا کہ

"سفر کرتے رہنا"۔

آپ نے اس ارشاد کے پیشِ نظر بھی سفر کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔

یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے کہ ایسی بدامنی کے دَور میں جب کہ ہر بستی قتل گاہ بن رہی تھی۔ گیارہ ماہ سفر میں رہنا کس قدر خطرناک ہو سکتا تھا لیکن آپ اپنا فرض ادا کر رہے تھے۔ یہ وہ دَور تھا جب کہ ذرائع مواصلات کی وہ آسانیاں فراہم نہ

تھیں جو بعد میں میسّر آ ئیں۔ اس کے با وجود آپ نے دُور دراز کا سفر بھی کیا۔ جہاد جاتے راستے میں خلقِ خدا کو رشد و ہدایت کا درس دیتے جاتے۔ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا فریضہ سفر و حضر میں کہیں بھی چھوٹنے نہ پاتا تھا۔

شعر و اَدب!

آپ کو شعر و اَدب سے بھی دل چسپی تھی۔ سخن فہم اور سخن گو بھی تھے۔ آپ کے شعر آورد کی بجائے آمد کا بہترین نمونہ ہیں۔ عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی میں شعر گوئی کی۔ لیکن اسے صرف اپنے ذوقِ سخن گوئی تک محدود رکھا۔ کیونکہ سخن گوئی جس یکسوئی اور تنہائی کا تقاضا کرتی ہے۔ اس سے دین کی تبلیغ و اشاعت میں رکاوٹ پڑتی تھی۔ عربی فارسی اور اردو پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ عربی دانی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک عرب نے آپ کو عربی زبان میں خط لکھا۔ آپ نے اس کے خط کا جواب بھی عربی میں دیا۔ زبان اس قدر فصیح و بلیغ اور صحیح استعمال کی، کہ وہ شخص اہلِ زبان ہونے کے با وجود عش عش پکار اُٹھا، آپ کی عربی دانی پر دنگ رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں خیال کرتا تھا کہ یہاں کوئی عربی دان نہیں۔ آج معلوم ہوا کہ میں غلطی پر تھا۔ انتہائی طوائف الملوکی کے دَور میں آپ نے شعر و اَدب کے بے مثال نمونے پیش کیے۔

"تحفہ رسولیہ" عربی خطبات اور "دیوان حضوری" اپنے دور کے علمی و ادبی شاہکار تسلیم کیے جاتے ہیں، یہاں آپ کے کچھ اشعار بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں:

یا نبیؐ جان و دلِ فدائے تو | رشکِ شمس و قمر ضیائے تو
سید الانبیاء ختمِ رُسل | جملہ در مدحِ تو ثنائے تو
تاجِ لولاک برسرت زیبد | شدُ لعمرک بَبرِ قبائے تو

☆

الا یا ایہا الشاکی اذب نفساً وحملہا | کہ بے صبر اندریں منزل نگرد وحل مشکلہا
چو راہ عشق بسپردی حظوظ نفس کمتر جو | کہ فرشِ خار و خاکسترِ بہ از قالینِ مخملہا
غلام شاہِ محی الدینؒ شدم شادم ز بختِ خود
رسیدم در مقام دل بریدم جملہ منزلہا

☆

درعینِ وصل تشنہ زلال وصال او | از فضل دوست طلب مزیدم علی الصباح
زاں شب کہ من غلام شہ محی الدینؒ شدم
شاہ سریر عرش مجیدم علی الصباح

من بندہ محی الدینمؒ بر آستاں جبینم
از کمترین کمینم خواہم حضور دیگر



بے وصال تو صنم حرف حیا نست غلط
در غم ہجر بتاں صبر و ثبات ست غلط

ہم کلام از نشنوی لحظہ باآں شیریں لب
ہم ملاعات غلط جملہ لقا نست غلط

در قضا خانہ دل عشق بود فتویٰ دہ
مہر مفتی است غلط حکم قضا نست غلط

تا دل از غیر نشد پاک مسلمانی نیست
کعبہ بے ہیچ خفا ہم چوں منا نست غلط

طالب ذات نباشد بصفاتش میلے
عشق ذات ار نبود عشق صفا نست غلط

ہر کہ واقف نشد از رمز نہانیِ وجود
ہم حیا نست ست غلط با زمانت ست غلط.

روح اخلاص بود در تن اعمالِ یقیں
روزہ و حج نماز ست و زکوٰۃ ست غلط



ہمت فرہاد گر شد یار تو
میتواں کندن بناخن کوہ قاف

ہر کہ شد از دل غلام محی الدینؒ
گشت تقصیرات او کلی معاف



حلیہ مبارک اور لباس

آپ کا رنگ گندمی، چہرہ گول جوں چاند کا ہالہ، آنکھیں بڑی اور موٹی جن سے ذکاوت، تقدس اور نرم و حیا کے علاوہ جلال و جمال بھی ٹپکتا تھا۔ ابرو اور پلکیں گھنی، دہن مبارک گول اور تنگ، دندان مبارک لعل و یاقوت کو شرماتے تھے۔ کشادہ پیشانی سینہ چوڑا، بازو کی مچھلیاں بھری اور ابھری ہوئیں، قد بوٹے کی طرح نکلتا ہوا جسم نہ بہت دبلا نہ مائل بہ فربہی، ہاتھوں کی انگلیاں خوبصورت اور لمبی۔ غرضیکہ آپ ایک بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ سبک رفتار تھے۔ چلتے تو نظریں جھکا کر اور دائیں بائیں بہت کم دیکھتے تھے۔

لباس میں قمیص، پائجامہ استعمال کرتے تھے۔ سر پہ ہمیشہ ٹوپی پہنتے اور اس پر گول سفید دستار باندھ لیتے۔ کبھی کبھی گھر میں تہہ بند بھی استعمال کرتے تھے۔ سفید رنگ سے آپ کو خاص انس تھا۔ سفید لباس زیادہ پسند فرماتے۔ اس بات کا خاص اہتمام کرتے کہ لباس سادہ، لیکن صاف ستھرا اور شریعت کے مطابق ہو۔ لباس میں کوئی غیر شرعی کاٹ چھانٹ قطعاً پسند نہ تھی۔ مریدوں کو بھی ہمیشہ نصیحت فرماتے کہ لباس شرعی رکھیں۔

طریقِ گفت گو!

آپ کی گفتگو میں بڑی ملائمت تھی۔ زیادہ اونچی آواز میں نہ کسی کو بلاتے اور نہ خود ہی بلند آواز میں بات کرتے بلکہ لب ولہجہ ایسا ہوتا تھا کہ حلقے میں بیٹھے ہوئے یا مخاطبین آسانی سے سن کر مطلب سمجھ پاتے۔ بات کرنے میں عجلت یا تیزی وطراری نہیں ہوتی تھی بلکہ اس رفتار اور انداز سے گفت گو فرماتے کہ سننے والا اگر چاہتا تو لفظ اور حرف تک گن سکتا تھا۔ یہ انداز اس لیے اختیار فرماتے کہ تبلیغ ونصیحت کے وقت یہ انداز بڑا دلنشیں ہوتا ہے۔ سامع کے دل کی گہرائیوں میں یہ بات اُترتی چلی جاتی ہے، اور جہاں اسے کچھ توقف ہو وہ سن کر وضاحت کرا سکتا ہے نیز اس سے سامع کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ اسے مرعوب کرنے کے لیے گفت گو کی جا رہی ہے۔

گفت گو میں شفقت ومحبت کی شیرینی ہوتی تھی۔ جو شخص ایک مرتبہ آپ کی مجلس یا حلقے میں بیٹھ جاتا وہ غلامِ بے دام بن جاتا۔

گفت گو میں اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ مخاطب کی ذہنی سطح کے مطابق گفت گو کی جائے۔ اگر مخاطب سادہ لوح اَن پڑھ ہوتا تو بالکل ٹھیٹھ دیہاتی لہجہ اختیار کر لیتے۔ اگر مخاطب صاحبِ علم وفضل ہوتا تو اس کے علم وفضل کے پیشِ نظر بلند سطح پر گفت گو فرماتے۔ اس سے اظہارِ علمیت ہرگز نہ تھا بلکہ صاحب علم حضرات خود بھی اسی قسم کی گفت گو پسند کرتے ہیں اور پھر ان کا شعور اور ذہنی سطح بھی عام لوگوں کی نسبت کہیں بلند ہوتی ہے۔ اسی لیے آپ اس بات کا خاص خیال رکھتے۔

آپ کی گفت گو میں نہایت متانت اور سنجیدگی ہوتی تھی۔ بے جا تمسخر اور ٹھٹھہ مذاق سے اجتناب فرماتے۔ گفت گو عین شریعت کے مطابق ہوتی تھی۔ اس میں چھوٹے بڑے کا ادب و احترام اور شفقت و محبت ملحوظِ خاطر رکھتے۔ اشارۃً یا کنایتہً بھی کوئی ایسی بات نہ کرتے جس سے کسی کے جذبات مجروح ہوں۔ کبھی درشت لہجے میں بات نہ کرتے۔ جب کوئی دوسرا بات کررہا ہوتا تو قطع کلامی سے ہمیشہ پرہیز کرتے۔ جب تک دوسرا شخص اپنی بات مکمل نہ کرلیتا اس وقت تک خاموشی سے اس کی بات سنتے اور صرف جواب میں اتنی بات فرماتے جس سے مخاطب کو اپنی بات کا جواب مل جاتا۔ طول و طویل گفت گو سے اجتناب کرتے کہ اس سے بحث و مباحثہ کا پہلو نکلتا ہے جس سے تلخی پیدا ہوتی ہے۔

اگر کوئی دینی یا علمی بات پوچھتا تو کمال متانت کے ساتھ اسے سمجھاتے، اور مسئلہ کو پوری طرح ذہن نشین کرا دیتے۔

گفت گو ہمیشہ مدلّل فرماتے تھے تاکہ مخاطب یا سامع یہ نہ خیال کرے، کہ آپ اپنے آپ کو حَکم کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

دینی مسائل پر جو گفت گو فرماتے وہ آیاتِ قرآنِ مبین اور احادیث کے حوالوں سے مزیّن ہوتی۔ اس کے ساتھ علمائے دین اور ائمہ کرام کے حوالے بھی دیتے تھے۔ چونکہ طبیعت میں شعر گوئی کا ملکہ بھی تھا۔ اس لیے بعض اوقات گفت گو میں دلیل و برہان کے طور پر شعر بھی استعمال کرتے تھے۔

جو کوئی دینی یا علمی بات پوچھنا چاہتا تو اس کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ اچھے علمی اور دینی موضوعات پر بات چیت کر کے خوشی محسوس کرتے۔ دینی مسائل کے متعلق جب کسی میں تجسّس کا مادہ پاتے تو اس پر بہت خوش ہوتے اور ہر موقع پر اس کی حوصلہ افزائی کرتے۔

عادات و اطوار !

لباس اور گفتگو کا بیان وضاحت سے ہو چکا۔

اب آپ کے دوسرے عادات و اطوار کا ذکر کرتا ہوں۔

حضرت خواجہ قصوریؒ آداب مجلس کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ خود بھی اس کی پابندی کرتے اور دوسروں سے بھی پابندی کی توقع رکھتے۔ مجلس میں پاؤں پھیلا کر بیٹھنے کو معیوب خیال فرماتے۔ ہمیشہ مجلس میں دو زانو بیٹھتے اور دوسروں کو بھی اسی طرح بیٹھنے کی نصیحت فرماتے کہ یہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ اگر مجلس بیٹھ چکی ہوتی اور آپ بعد میں تشریف لاتے تو ہمیشہ خود سلام کرتے اور سلام کا جواب نہایت محبت اور شفقت سے مسکرا کر دیتے۔ کوشش فرماتے کہ مصافحہ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مستحسن قرار دیا ہے۔

عام مسلمانوں اور خاص کر مریدین کو ایک دوسرے سے احسان و مروّت کا سلوک کرنے کی نصیحت فرماتے۔ خود ارکانِ دین کی سختی سے پابندی کرتے، اور مریدین اور جملہ مسلمانوں کو بھی دینِ اسلام کے ارکان کی پابندی کا مشورہ دیتے۔ آپ کا اپنا معمول تھا کہ رات کے تیسرے حصّے میں بیدار ہوتے اور ذکر و فکر، مراقبہ اور حلقہ

میں مصروف ہو جاتے۔

نمازِ تہجّد کی سختی سے پابندی کرتے اور مریدین کو بھی نمازِ تہجّد ادا کرنے کا حکم فرماتے۔

آپ کے معمولات میں یہ بھی شامل تھا کہ آپ روزانہ پانچ پارے قرآن حکیم کے تلاوت فرماتے تھے، باقی عبادات اس کے علاوہ تھیں۔

تلاوت کے بعد دعائے مغنی شریف، قصیدہ غوثیہ شریف، قصیدہ بردہ شریف اور دعائے حزب البحر وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔

مریدین کو بھی تلاوتِ قرآنِ حکیم کا سختی سے حکم فرماتے کہ اس سے دل کی سیاہی دور ہوتی ہے اور اطمینانِ قلب کی دولت ہاتھ آتی ہے۔

محفل میں ہر شخص کو آنے کی اجازت تھی اور فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ کے دروازے ہر کس و ناکس پر کھلے ہیں۔ یہاں کسی پر کوئی پابندی عاید نہیں۔ سفر و حضر میں نماز ہمیشہ وقت پر اور باجماعت ادا فرماتے۔ جب سفر درپیش ہوتا تو راستے میں بھی تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا فریضہ انجام دیتے جاتے۔

آپ کو اگر کوئی مرید یا دوسرا شخص دعوت دیتا تو اسے رَدّ نہ کرتے بلکہ اس کی دعوت قبول فرما لیتے اور کہتے کہ دعوت کا قبول کر لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے اس سے مسلمانوں میں باہمی اتفاق، محبت اور انس بڑھتا ہے۔

آپ انتہائی متحمّل، صابر و شاکر اور بُردبار تھے۔

آپ کی عادت مبارک یہ بھی تھی کہ کھانے میں کسی قسم کا تکلّف نہ فرماتے جو چیز کھانے

کے لیے سامنے رکھی جاتی اس میں عیب ہرگز نہ نکالتے۔ البتہ جو چیز مزاج کے مطابق نہ ہوتی اسے استعمال نہ کرتے۔ ساری زندگی کھانے کے معاملے میں کم خور رہے۔ کھانے میں کبھی بسیار خوری سے کام نہ لیا۔ فرماتے تھے کہ بسیار خوری عبادت کے راستے میں حائل ہوتی ہے۔ اس سے روح اپنی لطافت کھو بیٹھتی ہے۔ اور حیوانی جذبات بڑھتے ہیں۔

دستر خوان پر بیٹھتے تو نشست و برخواست ہمیشہ سنتِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق رکھتے۔ اگر عام مجلس میں کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو سب کے ساتھ بیٹھتے اور سب کے ساتھ اٹھتے۔ بعض لوگوں کی طرح دستر خوان کو تہہ و بالا کرنے کی عادت نہ تھی۔ صرف ضرورت کے مطابق ہی کھانا برتن میں لیتے مریدین کا طریقہ تھا کہ وہ آپ کے معمولات اور طریقوں کا جائزہ، اور مشاہدہ کرتے اور اپنے آپ کو ان کے مطابق ڈھالنے میں کوشاں رہتے۔

حضرت خواجہ قصوریؒ زندگی کے ہر معاملے میں یہاں تک کہ نشست و برخاست میں بھی سنتِ رسولؐ کی سختی سے پابندی کرتے۔

ہر نماز سے قبل مسواک کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سختی سے پابندی کرنے کو فرمایا ہے۔ دن میں صرف ایک مرتبہ ذکر و فکر کے لیے حلقے کا اہتمام فرماتے۔ اس سے مریدوں کا تزکیہ نفس، ان کی روحانی قوت کا فروغ اور دل میں عشقِ حقیقی کی آگ کو شعلہ زن کرنا تھا۔

اکثر نمازِ مغرب کے بعد حلقہ منعقد کرتے تھے ۔
جب کسی پر توجہ فرماتے تو تسبیح ہاتھ میں رکھتے۔ جب کوئی خالصًا دنیادار آدمی آپ کے پاس آتا تب کچھ پڑھا کرتے تھے کہ یہ چلا جائے ۔
آپ اپنے مریدوں کو اور عام لوگوں کو بھی تبلیغ میں نصیحت فرماتے ، کہ مصائب و تکالیف میں انسان کو صبر کرنا چاہیئے ۔ اور شکیبائی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے ۔
آپ اپنی ہر نصیحت میں صبر و شکر اور عزم و استقلال کی تلقین فرماتے تھے جب ہم حضرتِ خواجہ قصوریؒ کی تعلیمات پر غور کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کی تعلیمات میں اس پہلو کو محور و مرکز کی حیثیت حاصل ہے ، تو ہمارے سامنے اس دور کا سیاسی نقشہ کھنچ جاتا ہے اور یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نصیحت کے اس پہلو میں ایک زبردست حکمت پوشیدہ تھی وہ یہ کہ اس دور میں سلطنتِ مغلیہ کا آفتابِ اقبال گہنا چکا تھا ۔ مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت و سلطنت اب دم توڑ رہی تھی ۔ ہندو، سکھ، مرہٹے اور انگریز مسلمانوں کے دشمن ہو رہے تھے ۔ خاص کر پنجاب میں سکھ گردی اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی ۔ ایک طرف مسلمانوں کے دل میں اپنے ہزار سالہ اقتدار' اور دولت کے برباد ہونے کا رنج و غم تھا تو دوسری طرف ان پر دشمنوں نے زمین تنگ کر رکھی تھی ۔ ایسے میں حسرت و یاس کا چھا جانا اور ہمت ہار بیٹھنا ایک فطری سی بات ہے' یہ ساری سیاسی صورتِ حال آپ کے سامنے تھی ۔ آپ وقت کے نباض تھے اور جانتے تھے کہ ایسے میں مسلمانوں کے دل پر کیا گزر رہی ہے ۔

لہذا یہ ضروری تھا کہ

روحانی قوت کے ساتھ مسلمانوں کے حوصلے بندھائے جاتے۔ انہیں مصائب و تکالیف برداشت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی تلقین کرتے رہتے تاکہ انہیں حوصلہ اور اطمینان ہوتا۔

اس سے یہ امر بھی بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ آپ بعض دوسرے مسلمان صوفیا کرام کی طرح محض گوشۂ عافیت میں بیٹھنے والے نہ تھے بلکہ حالات کے ہر پہلو پر آپ کی نظر ہوتی تھی اور آپ جملہ مسلمانوں کے سیاسی، مذہبی اور معاشرتی مسائل سے پوری طرح آگاہ تھے۔

یہ امر آپ کی وسعتِ نظر اور ایک عظیم تر مقصد کی غمازی کرتا ہے اور اپنے ہم عصروں پر آپ کو فوقیت عطا کرتا ہے۔

آپ کی عادت مبارک یہ بھی تھی کہ کسی شخص کو اس کے جائز مرتبے یا رُتبے سے زیادہ نہ بڑھاتے تھے۔ جو شخص قابلِ تعریف ہوتا اس کی تعریف کرتے کہ یہ سنتِ خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے نیک بندوں کی تعریف کرتا ہے۔ فرماتے تھے، کہ بے جا تعریف سے نفس بے قابو اور فخر و تکبّر کا شکار ہوجاتا ہے اور فخر و تکبّر کی لعنت نے فرشتوں کے استاد ابلیس کو قعرِ مذلّت میں گرادیا تھا۔

علمی فضیلت!

حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ دائم الحضوری نے جن دو اشخاص سے تحصیلِ علم کیا وہ دونوں اپنے وقت کے جیّد عالم اور صاحبِ دل بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ شیخ محمد صاحبؒ جو آپ کے عمِ محترم تھے اور جنہوں نے والدِ محترم کی وفات کے بعد آپ کی پرورش اور تعلیم کا ذمّہ لیا تھا اور دوسرے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ جو دہلی کے مشہور بزرگ اور شاعر حضرت خواجہ مظہر جانِ جاناںؒ کے خلیفہ اور مریدِ خاص تھے۔

حضرت خواجہ قصوریؒ کو قرآن و حدیث، منطق فلسفہ، فقہ، اسماء الرجال، فصاحت و بلاغت، خطابت، قواعد، صرف و نحو، شرح، شعر و ادب اور اس کے علاوہ تمام علومِ متداولہ پر پورا پورا عبور حاصل تھا۔ آپ کے استاد اور پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے اپنے پیرِ و مرشد حضرت خواجہ مظہر جان جاناں شہیدؒ کے حالات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس کے آخر میں خلفائے مظہریہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خواجہ قصوریؒ کے متعلق یوں گویا ہوئے ہیں :

"جامع الکمالات علومِ ظاہر و باطن حضرت مولوی محی الدین کہ تلامذہ و مستفیدان بسیار دارند از بلدۂ قصور نزد ایں سراپا قصور آمدہ سعادتِ فیوضِ باطن کردند۔ بعنایتِ الٰہی سبحانہٗ در اندک مدّت بہ نسبت ہائے احمدیہ مناسبت بہم رسانیدہ اجازت بلکہ خلافت یافتہ فاطمہ اللہ سبحانہٗ عمّ نوالہٗ اللہ تعالیٰ بفضلِ عام خود ایشاں را مروّج طلاب محبت و معرفت جناب ربّانی خود و امام مستفیدان فرماید (آمین)

سبحان اللہ والحمد للہ ایں ہمہ انعاماتِ الٰہی بواسطہ حضرت ایشاں یعنی حضرت مرزا صاحب مرزا مظہر جان جاناں است علیہم الرحمۃ والرضوان من عمر بر باد دادہ سست وکسلان کہ وصف پیریست جوانی بہ غفلت بسر بردہ باین مرتبہ باشم ازیں ناچیز کہ عزیزان استفادہ نمودہ و می نمائید افادہ فیوض حق سبحانہ می کنند ستاریہائے ادست عم نوالہٗ امید دارم کہ روز قیامت در زمرہ ایں طریقۂ علیہ برخیزم و بہ یمن عنایات حضرت ایشاں از فائزان ومفلحان باشم۔ آمین!"

ایک اور خط میں حضرت مولانا بشارت اللہ صاحب بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ

"اکثر میگوئم کہ سہ چہار کس دریارانِ من
شماو میاں ابوسعیدؒ و رؤف احمدؒ و احمد سعیدؒ
و دیگر مولوی قصوریؒ غلام محی الدین پیدا
شدہ است۔"

ایک موقع پر جب کہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے پاس مفتیِ شہر بھی تشریف رکھتے تھے اور یہ دور وہ تھا کہ حضرت خواجہ قصوریؒ اپنے پیرو مرشد کی نگرانی میں حصولِ تعلیم میں مصروف تھے اور سلوک کی منزلوں سے گزر رہے تھے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے مفتیِ شہر کو مخاطب کرکے حضرت خواجہ قصوریؒ کے متعلق فرمایا تھا کہ

"تین چار ماہ ہوئے یہ مولوی صاحب قصور
سے تشریف لائے۔ ان تین ماہ کے اندر
اندر انہوں نے وہ کچھ حاصل کر لیا جو تم
چھ سال میں بھی حاصل نہیں کر سکے۔ یہ
ہمارے بڑھاپے کی محنت ہیں۔"

آپ کے استادِ محترم کے یہ الفاظ اس حقیقت پر دال ہیں کہ آپ کا علمی مرتبہ بڑا بلند تھا۔ بڑے ذہن رسا تھے اور علم کے حصول کا شوق بھی تھا اور اس پر یہ کہ اللہ تعالےٰ نے صاحبِ علم اساتذہ اور بزرگوں کی صحبت بخشی۔ جہاں یہ سب پہلو یکجا ہو جائیں وہاں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علمی اعتبار سے آپ کی شخصیت کس پایہ کی ہوگی آپ کے اشعار و خطبات اور باقی تصانیف آپ کی علمی فضیلت پر گواہ ہیں۔ مگر افسوس کہ تفصیل کے ساتھ آپ کی تصانیف کو جمع نہیں کیا جا سکا۔ نامعلوم زمانے کی دستبُرد نے کتنے انمول علمی گوہر ہماری آنکھوں سے اوجھل کر دیئے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں جن سے آپ کا بلند علمی پایہ ظاہر ہوتا ہے۔:

۱۔ تحفہ رسولیہ شریف (فارسی نظم)

۲۔ دیوانِ حضوری (فارسی نظم)

۳۔ رسالہ نظامیہ شریف در مسئلہ توحید (فارسی نظم)
۴۔ خلاصۃ التقریر فی مذمت المزامیر
۵۔ رسالہ در رَدّ فرقہ ضالہ وہابیہ
۶۔ رسالہ سلالہ
۷۔ زاد الحاج (بزبان پنجابی)
۸۔ خطباتِ جمعہ وعیدین (فارسی وعربی نظم)
۹۔ شرح دیباچہ بوستان (بزبان عربی)
۱۰۔ شرح درود مستغاث
۱۱۔ ملفوظات شریف حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ المشہور
چہل مجالس
۱۲۔ مکتوبات شریف

طریقِ بیعت !

آپ موسوی المشرب تھے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلال کی حالت میں کتاب تورات کو زمین پر دے مارا تھا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے بالکل اسی طرح حضرت خواجہ قصوریؒ نے فتاویٰ کی ایک کتاب کو جلال میں آکر زمین پر دے مارا، اور خود بھی غش کھا کر گر پڑے۔

آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ کی طرف سے تصوّف کی چھ سلسلوں میں ہی بیعت و خلافت کی اجازت تھی۔ مَردوں میں سے جب کسی کو حلقہ مریدین میں داخل کرتے تو اوّل پیرانِ کبار کی رُوح کو ایصالِ ثواب فرماتے ان سے استمداد طلب کرتے۔ پھر طالب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر مصافحہ کرتے۔ تسمیہ پڑھتے۔ پھر مرید کو حکم ہوتا کہ وہ تین بار استغفار پڑھے۔ اس کے ساتھ خود بھی استغفار پڑھتے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ط پھر سہ بار کلمہ طیبّہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط پڑھتے اور پھر طریقِ قادریہ تعلیم فرماتے کہ صبح کو ۲۵ بار استغفار، ۲ بار الحمد شریف، سہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر پیرانِ کبار کی روح کو ایصالِ ثواب کرے اس طرح کہ الٰہی ! بحرمت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثواب ایں کلام بہ ارواح غوث الثقلینؒ، خواجہ بہاؤ الدینؒ، شاہ نقشبندؒ مع جمیع پیران و جمیع خلفاء شاہ غلام علی صاحبؒ برساں۔ بعد ازاں طالب متوجہ بقلب ہو اور زبانِ قلب سے ذکرِ اسمِ ذات کرے۔ زبان تالو سے چمٹا کر خیال سے اَللّٰہُ ھُو اَللّٰہُ ھُو اَللّٰہُ ھُو

اَللّٰہُو اَللّٰہُو کرے۔ اس کے معنیٰ کو بھی نگاہ میں رکھے کہ موصوف بصفاتِ کاملہ ہے اور صفاتِ ناقصہ سے منزّہ ہے یہ ایمان رکھے۔ تین سو بار بلا ناغہ پڑھے ۲۵ مرتبہ پڑھنے کے بعد ذاتِ باری تعالیٰ سے عرض کرے۔ الٰہی! توُ ہی میرا مقصود ہے میں تیری ہی رضا چاہتا ہوں اپنی محبت اور معرفت مجھے عطا فرما۔ اسمِ ذات کا یہ معمولی فیض ہے جس قدر کثرت کر سکے کرے اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے نتائج دیکھے بعد اس کے نماز ظہر اور عصر کے بعد ۲۵ بار استغفار پڑھے بعد شام اوّل گیارہ مرتبہ درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سیّدِنا و مولٰینا محمّدٍ و عترتہٖ بعدد کلّ معلومٍ لک ط اس کے بعد ۱۱۱ مرتبہ یا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للّٰہ۔ پڑھے۔ اس کے بعد پھر گیارہ مرتبہ مذکورہ درود شریف پڑھے۔ بعد نماز عشا تین سو مرتبہ درود شریف مذکور پڑھے یہی وظیفہ دن رات پڑھنے کا حکم فرماتے۔ ہر وقت اسمِ ذات کا دل میں خیال رکھ کہ دل کو بُرے خیالات سے بچانے کی تاکید فرماتے۔ بعض بلند ہمت مریدین اور احباب کو ولایت عالیہ کے مراقبے کے ساتھ رمضان المبارک میں اعتکاف کے ساتھ، تین دن تک دعائے حزب البحر کی زکوٰۃ ادا کرنے کا باجماعت مسجد میں حکم فرماتے۔ اس دوران اسم ذات اور نفی اثبات کا بھی ترکیب معلوم کے ساتھ حکم دیتے۔ یہ کبھی نہ ہوتا تھا کہ کسی شخص کو حلقہ مریدین میں شامل کر کے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ مریدین کو احکامِ شریعت کی پوری پوری پابندی

کا حکم دیتے۔ خلافِ شریعت کسی کا کوئی فعل برداشت نہ کرتے تھے۔ مریدین کے قلب ونظر کی اصلاح وتربیت کی طرف گہری توجہ دیتے۔ اپنے ایک مکتوب میں جو پیر ابراہیم خاں کے نام ہے لکھتے ہیں :

"مبارک ہیں وہ لوگ جو اتباعِ شریعت کرتے ہیں الامان۔ خدا کی پناہ۔ شریعت اصل ہے طریقت وحقیقت فروع ہے جو اس کے خلاف کرے وہ محروم ہے، از اسرار شرح سید الاولیاء جناب حضرت غوث الثقلین رح فرماتے ہیں

"کل حقیقۃ ردّتہا الشریعۃ فہی زندقۃ ط

یعنی جس چیز کو شریعت ردّ کرے وہ گمراہی ہے!"

پھر فرماتے ہیں کہ اگر اہل مکاشفہ پہ شریعت کے خلاف اسرار ظاہر ہوں وہ اسرار نہیں بلکہ کذب ہے بے دینی ہے!"

نظریۂ وحدت الوجود کی مخالفت !

حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ نظریہ وحدت الوجود کے شدید مخالف تھے اور فرماتے تھے کہ ذات باری تعالیٰ کسی دوسری چیز میں حلول نہیں فرماتی۔ ہمہ اوست سے سخت نفرت و حقارت اور بیزاری کا اظہار فرماتے اور کہتے کہ بے شک وہ رگِ جاں سے زیادہ قریب ہے اس لحاظ سے ہمارا ایمان ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قرب و معیت بے شک ثابت ہے مگر اس کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ اگر ہمہ اوست حق بودے تو حضرت شیخ منصور حلاجؒ کیوں سولی پر چڑھائے جاتے۔ حضرت رحیم دادؒ جب ایک مرتبہ منصور حلاجؒ کے مزار کے پاس سے گزرے تو چہرے پر نقاب ڈال لی، اور اس طرف سے منہ پھیر لیا۔ جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ :

"صاحبِ ایں قبر مطعونِ شریعت تھا اس لیے میں نے نہ چاہا کہ ایسے شخص کو دیکھوں اور حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض ہوں۔"

(کلام مکتوبات شریف)

آپ نے نظریہ وحدت الوجود کی ہمیشہ مخالفت کی اور اس کے ردّ میں قرآن حدیث اور صوفیائے کرام و مشائخِ عظام کے اقوال اور ان کی تعلیمات سے حوالے پیش کیے۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمان کہیں اس خلافِ دین و شریعت نظریئے میں گرفتار

ہو کر راہِ مستقیم سے بھٹک نہ جائیں اور اسلام کو اپنوں ہی کے ہاتھوں سے نقصان نہ اٹھانا پڑے اور ملتِ اسلامیہ گمراہی کا شکار نہ ہو جائے۔ اگرچہ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نظریئے کی مخالفت میں آپ کو کسی سے بحث و تمحیث اور مناظرہ بھی کرنا پڑا۔ قیاس کہتا ہے کہ جب کسی کو آپ کی علمی فضیلت اور مرتبۂ علم و فضل کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہ تھی۔ تو پھر مناظرہ کون کرتا ؟



تقاضائے وقت !

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ نبوّت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی نبی یا پیغمبر مبعوث نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کے ساتھ ہی وحیِ خداوندی کا دروازہ بھی بند ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رشد و ہدایت کی روشنی سے کسی دَور میں بھی محروم نہیں رکھتا۔ کیونکہ انسان ہر لمحہ ہدایت و رشد کا محتاج ہے اور پھر کفر و شرک، حق و باطل اور خیر و شر کی قوتیں ہر دَور میں آپس میں برسرِ پیکار رہی ہیں۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ رشد و ہدایت کی ضرورت بھی ہر دَور میں ہوتی ہے ورنہ انسان بآسانی کے ساتھ باطل اور شر کی قوتوں کا شکار ہو جائے لیکن جب نبوّت کا دروازہ

بند ہو چکا تو اب یہ فریضہ کن لوگوں کے ذمّے ہے ؟ اس کی وضاحت قرآنِ حکیم نے ان الفاظ میں کر دی ہے :

"..... اور ہاں تم میں ایک ایسی جماعت
ہونی چاہیئے جو نیکیوں کا حکم دے ، اور
بُرائیوں سے روکے ....." (القرآن)

یہ جماعت کون سے لوگوں کی ہے ؟

اس میں علمائے حق ، صوفیائے کرام ، مشائخ عظام اور اولیاء اللہ شامل ہیں۔
یہ وہ لوگ ہیں جن کی ضرورت کی طرف قرآنِ مجید نے دو ٹوک الفاظ میں اشارہ کیا ہے
اس سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جن حالات میں انبیاءؑ اور رسول علیہم السلام دنیا کو رشد و ہدایت کا درس دینے کے لیے آتے ہیں انہی سے ملتے جُلتے حالات کا سامنا ان مشائخ ، صوفیا اور اولیاء اللہ کو بھی کرنا پڑتا ہے کیونکہ دونوں کے ذمّے بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کا فریضہ ہے اگرچہ دونوں گروہوں کے فرائض بڑی حد تک مختلف ہیں۔ کیونکہ پیغمبر تو ایک انقلابی پروگرام لے کر آتا ہے اور وہ اس وقت کے لوگوں کی روش اور ڈگر کو مکمل طور پر بدل دیتا ہے یہی اس کا فریضہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جن کی طرف اسے بھیجا گیا ہے ایک نیا لائحہ عمل دے اور زندگی میں ہمہ گیر انقلاب پیدا کرے یہ سب کچھ وحیِ خداوندی کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔

لیکن !

اس کے برعکس اولیاءؒ ، صوفیاءؒ اور علمائے حق صرف دینِ حق کے چشموں کو شرک و کفر

کی غلاظت سے پاک کرتے ہیں اور لوگوں کو دین کی بھولی بسری باتیں یاد دلاتے ہیں، وہ کوئی نیا نظریہ، کوئی نیا پروگرام اور کوئی انقلاب لے کر نہیں آتے۔ وہ روحانی قوت کے اعتبار سے بھی انبیا اور رسولوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتے اور نہ ان پر کوئی کتاب یا وحی نازل ہوتی ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں علم و بصیرت کی روشنی میں اور قرآن و حدیث کے اتباع میں کرتے ہیں۔

ان حالات میں!

جب ہم حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ کے دَور اور آپ کی دینی خدمات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہ احساس بڑی شدّت کے ساتھ ہوتا ہے کہ فطرت نے آپ کو اس عالم آب وگِل میں لاکر وقت کا ایک بہت بڑا تقاضا پورا کیا تھا۔

فطرت کا یہ اپنا قانون تھا۔

اس پر عمل ہونا ضروری تھا، وہ دَور کسی ایسے مردِ خدادوست کا متقاضی تھا جو اِن حالات کا مقابلہ کرکے دین کا احیا کرتا اور مسلمانوں کو جن پر ابتلا و آزمائش کا آسمان ٹوٹ پڑا تھا دینِ فطرت پر قائم رہنے کا حوصلہ اور عزم بخشتا۔ طوائف الملوکی اور مسلمانوں کے زوال نے انہیں جس طرح بددل کردیا تھا جینے کا سبق دیتا۔ گمراہی اور ضلالت کی تاریکیوں میں حق و صداقت کے چراغ روشن کرتا۔ طوفان کے تیز و تند تھپیڑوں سے لڑتا اور دینِ اسلام کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو سہارا دیتا۔ رشد و ہدایت کی ایسی شمع روشن کرتا جو مایوسی کی اس تیرہ شبی میں مسلمانوں کو راہِ منزل کا پتہ دیتی اور خاص کر مسلمانوں کو یاسیت اور قنوطیت کے اس نظریئے سے محفوظ رکھا جاتا جو وحدت الوجود کی صورت میں ان حالات

میں پُر پُرزے نکال کر مزید ضلالت و گمراہی کا سبب بنتا ہے۔

حالات کا یہی تقاضا تھا جس نے حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوری رح کو اس عالمِ آب و گِل میں جنم دیا۔ اور منشائے ایزدی نے آپ کو وہ عظیم ذمہ داری سونپی جس کی طرف قرآن مجید نے یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ

"اے ایمان والو! تم میں ایک ایسی جماعت
ہونی چاہیئے جو نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں
سے روکتی رہے۔" (القرآن)

واقعات و حالات شاہد ہیں کہ آپ نے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی اہم ترین ذمہ داری کو بہ احسن وجوہ پورا کیا اور سرزمینِ پنجاب کے علاوہ برصغیر کے دور دراز گوشے آپ کی تعلیمات سے منوّر ہو گئے۔

اور!

آپ نے اسلام کی عظیم خدمات انجام دیں!

وفات حسرت آیات!

ایک عرصہ تک یہ آفتاب عالمتاب برصغیر کے انتہائی تاریک گوشوں کو منوّر کرنے کے بعد ۲۲۔ ذیقعدسنہ ۱۲۷۰ھ کو غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا وفات پا جانا گویا ایک جیّد عالم، ایک باکمال شاعر، ایک زبردست فقیہہ قطبِ وقت، سرتاج الاولیا، ایک عظیم صوفی، ایک عظیم مصلح، ایک راہنمائے قوم،

ایک بے بدل حافظِ قرآن، ایک محدّث اور ایک سچے اور صحیح مومن کا دنیا سے ناپید اور اوجھل ہو جانے کے مترادف تھا۔

وصالِ باکمال کا واقعہ بھی ایک اچھوتی حیثیت کا حامل ہے:

وفات سے قبل مثنوی مولانا رومؒ کا درس دیا۔ اور اس میں اولیائے کرام اور صوفیائے کی موت اور ان کی دائمی حیات کا بڑا تذکرہ فرمایا۔ درس دینے کے بعد مراقبے میں چلے گئے۔ اور اسی حالت میں روح مبارک جسدِ خاکی سے عالمِ جاودانی کو سدھار گئی مریدین اور عقیدت مندوں کو شبہ گزرا کہ شاید رقّتِ قلب کے سبب سکتہ طاری ہو گیا ہے۔ آخر کار وہ عصر کی گھڑی تھی جب آپ کے جسدِ مبارک کو لحد میں اتارا گیا۔ مزارِ اقدس قصور میں ہے۔ اور آج بھی مرجعِ خاص و عام ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۸ سال کے لگ بھگ تھی۔

قصور میں ایک عفیفہ رہتی تھی اسے حضرت خواجہ قصوریؒ کے جدِ امجد کی زیارت کا بھی شرف حاصل تھا۔ اس عفیفہ نے خواجہ قصوریؒ کی وفات سے چند روز قبل کہا کہ

"میرا انتقال فلاں روز ہوگا اور میرے
ساتھ ایک اور صاحبِ بصیرت کی بھی
رحلت ہو گی۔"

لیکن اس وقت لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہ آسکی اور کسی نے اس کی طرف کوئی توجہ بھی نہ دی۔ اور پھر جس وقت حضرت خواجہ قصوریؒ کا جنازہ قبرستان کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو لوگ اس عفیفہ کو دفن کر کے واپس آ رہے تھے۔ اس وقت لوگوں کی سمجھ

میں یہ بات آئی کہ مرحومہ مومنہ کے کہنے کا مقصد کیا تھا۔

بعد میں اس مرحومہ کی بیٹی نے حضرت خواجہ قصوریؒ کے صاحبزادے اور خواجہ ثانی قصوری حافظ عبدالرسولؒ سے یہ قصہ بیان کیا اور بتایا کہ

"میری والدہ نے اپنی وفات سے چند
روز قبل کہا تھا کہ میرے ساتھ ایک
صحابی جائے گا۔"

آپ کی وفات پر لوگوں نے عجیب وغریب تاریخیں کہیں۔ ایک تاریخ تو نہایت ہی دلچسپ ہے:

"شمسِ دینِ نبیؐ زوال گرفت"!

مزارِ اقدس کے سرہانے ایک کتبہ کندہ ہے جو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب ہاشمی قصوری کے زورِ طبع کا نتیجہ ہے۔

ملاحظہ ہو:

اے خاک خانقاہ با فلاک ہمسری!
نے نے بنزدِ حق تو بہ رفعت فزوں تری
سرّے ز نورِ عرش تو داری کہ اہلِ ارض
روشن دل اندازتو چو خورشید خاوری
جائے قبول حق و اقبال در جہاں
حقاً ز اہلِ دل تو بہ تقبیل درخوری

جائے نزول رحمت و انزالِ غیثِ کرم
آموختت از ہنرِ فنِ کیمیا گری!
دریائے فیضِ باطن و امدادِ ظاہری
گویم زرُوئے حق نہ کہ از راہِ سرسری
اھلاً مرحباست بزوّارِ تو ہزار
بر منکرانِ شوم تو صد بعد و ابتری
دُرّ ز مدحیات تو سفتن نے تواں
گو عمر جاوداں شدہ صرفِ ثنا گری
ز احسانِ بیکراں تو ممنونم آں چناں
کہ حرفے ادائے شکرِ تو دارم نہ یاوری
تنہا نہ ایں غلام بمدحت نواخت ساز
کیں نغمہ گوش زد شود از چرخِ چنبری

٭

مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی تاریخِ پیدائش اور وصال کو یوں قلمبند کیا ہے:

آں شہِ والا غلام محی الدینؒ
مرشدِ دیں رہبرِ خاص و عام — ولادت: ۱۲۰۲ھ
چوں بر دنیا آں مردِ سخن — ولادت: ۱۲۰۲ھ

بخشش آمد سال تولیدش تمام ۱۲۰۲ھ : ولادت

مرشد حق متقی ہمہ گفتہ ام

نیز کردستم رقم شیخ الکرام ۱۲۷۰ھ : وفات

کن بیاں تاریخ منظور مجال

ہم بخواں امر سعادت را سلام

☆

مولانا غلام دستگیر قصوری نے "بے نظیرِ زماں" سے آپ کی تاریخِ وصال نکالی ہے۔

۱۲۷۰ ہجری

☆

میاں لیسین لاہوری ؎

از پئے تاریخ آں بیدار دل

زد رقم یاسین بصد اندوہ و غم

بے سر و پا گشت بے او ایں ہمہ ۱۲۷۰ھ

علم و عمل و فضل و ورع و ہمہ کرم

☆

فرید لاہوری نے آپ کی وفات حسرت آیات کی تاریخ اس قطعہ سے نکالی ہے۔

چوں باقضائی ایزدی از گلشنِ دار فنا

شد جانب باغِ ارم مولانا غلام محی الدین

تاریخ وصلش اے فرید اینک چو کردم جستجو ۱۲۷۰ھ
آمد ندا از ہاتفم مولانا غلام محی الدین

❀

اس کے علاوہ غلام محی الدین کنجاہی مرحوم نے مندرجہ ذیل تاریخہائے وفات کہی ہیں۔

ابر سخاوت ۱۲۷۰ھ
مہ دین شدہ ۱۲۷۰ھ

بے نظیر زماں ۱۲۷۰ھ

وہ ظاہر باطن کامل ۱۲۷۰ھ

بہر تاریخ آں امام جہاں
چوں کمر بستم اے خجستہ نہاد
ناگہاں اندرون گوشش دلم
گفت ہاتف کہ داغ بر جاں وارد ۱۲۷۰ھ

کشف و کرامات!

آپ کی سب سے بڑی کرامت تو یہی ہے کہ آپ نے اس دور میں توحید کا پرچم بلند کیا اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ بہ احسن وجوہ انجام دیا۔ جب کہ برصغیر اور خاص کر پنجاب میں سکھ گردی کا دور تھا اور کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ تھی۔ اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو گی کہ آپ نے ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا کو رشد و ہدایت کا درس دیا اور توحید کے وہ چراغ روشن کیے جنہوں نے

"تحفہ رسولیہ" کا ایک مقام میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ آپ سے سمجھ لیا جائے میں حضور خواجہ قصوری رح کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس سے پہلے کہ میں اس مشکل مقام کا ذکر کرتا آپ نے "تحفہ رسولیہ" لے کر وہ صفحہ اور مقام دیکھا جو میں سمجھنا چاہتا تھا۔ وہاں لکھا تھا کہ

"رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں نقص نہیں نکالتے
تھے اگر کوئی کھانا بامزہ نہ ہوتا تو بھی آپ
کھا لیا کرتے تھے اور نام نہیں رکھا کرتے
تھے وہ شعر یہ ہے ؎

عیب نکردی بطعام آں حبیب
گرچہ کہ بدطعم بدی ہم معیب

﷽

نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ ڈنگہ ضلع گجرات میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کے عقیدت مندوں میں ایک شخص حکیم پیر بخش بھی تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تھا وہ کہنے لگا۔

"قبلہ آپ کا غلام زادہ پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام تجویز فرمایئے۔"

آپ نے فرمایا کہ نومولود کا نام نور الحسن رکھو۔ اور اس کے بعد جو لڑکا پیدا ہو

بعد میں اس شخص نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ شخص جس قبر کو اپنے عزیز کی قبر سمجھتا تھا کسی اور بزرگ کی ہے اور وہ بھی حافظ تھے۔ گویا آپ کو کشف القبور کا پورا علم تھا۔ اور آپ نے معلوم کر لیا کہ وہ شخص جس قبر کو اپنے عزیز کی قبر سمجھتا ہے وہ دراصل کسی اور کی قبر ہے آپ نے یہاں تک معلوم کر لیا کہ اس قبر میں جو شخص دفن ہے وہ بھی حافظ ہے۔



روایت ہے کہ شہر قصور میں ایک مزدور رہا کرتا تھا وہ مغلوب الغضب تھا اور لوگ اس کے غصے سے ڈرتے تھے۔ کسی کو اس کے مقام کا پتہ نہ تھا۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے لیکن حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوری نے بذریعہ کشف فرمایا کہ لوگ جسے سریع الغضب کہتے ہیں وہ دراصل بہت بڑا ولی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہے۔



آپ کے خلیفہ خاص حضرت خواجہ مولانا غلام النبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات میں لکھا ہے کہ فقیر قصور میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک جگہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز کا کھانا پکا ہوا تھا۔ یہ فقیر بھی حاضر ہوا۔ کھانا کچھ اچھا نہیں پکا تھا۔ واپسی پر یہی خیال دل میں تھا کہ لوگ حضور علیہ السلام کی نیاز کے کھانے میں بھی اس قدر بخل اور کوتاہی سے کام لیتے ہیں اور کھانا اچھا نہیں پکاتے۔ اتفاقاً مجھے اس وقت خیال گزرا، کہ

ہزاروں راہ گم کردہ انسانوں کو صراطِ مستقیم پر ڈال دیا۔ تاہم اپنی روحانی قوت کے سبب آپ سے جن مکاشفات اور کرامات کا ظہور ہوا ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی قوت اور کشف کا وہ درجہ عطا کیا تھا کہ اپنے فرزند ارجمند حضرت خواجہ مولانا صاحبزادہ حافظ عبدالرسول رح کی ولادت سے ایک سال قبل ہی اس کی خبر دے دی تھی۔ بلکہ اپنی کتاب "تحفہ رسولیہ" میں جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک اور معجزات میں تصنیف فرمائی ہے اس میں آپ نے ایک باب باندھا ہے جس میں اپنے اس فرزند ارجمند کی ولادت کی خبر کے ساتھ ان کے اسم مبارک کا تقرر بھی فرمایا۔ پھر انہیں پند و نصائح بھی فرمائے۔ اس نظم کا مطلع حسب ذیل ہے ؎

ایکہ ہنوزی تو بکتم عدم
زود بہ گلزار جہاں نہ قدم

٭

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کو اپنے کسی عزیز کی قبر پر لے گیا۔ متوفی حافظِ قرآن تھا۔ قبرستان میں پہنچ کر آپ ایک دوسری قبر پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے لگے۔ اس شخص نے عرض کیا

"یا حضرت! حافظ صاحب کی قبر تو یہ ہے!"

فرمانے لگے۔

"ہاں بھئی! یہ بھی حافظ جی کی قبر ہے۔"

اس کا نام نور العین رکھنا۔ حکیم صاحب کے یہاں دوسرا لڑکا بھی پیدا ہوا۔ اتفاقاً حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ بھی ڈنگہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ حکیم صاحب پھر حاضر خدمت آئے اور عرض کی۔ یا حضرت! آپ کا غلام زادہ نور العین پیدا ہوا ہے مبارک ہو۔

آپ نے اظہار مسرت فرمایا اور کہا کہ آئندہ جو لڑکا پیدا ہو اس کا نام عبدالرحمٰن رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پھر لڑکا پیدا ہوا۔ تو حکیم صاحب نے اس کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔

جب حضرت خواجہ قصوریؒ پھر ڈنگہ تشریف لائے تو حکیم صاحب نے تیسرے بیٹے کی پیدائش کی خبر دی۔

آپ نے فرمایا۔

"مبارک ہو۔ ایک لڑکا اور ہوگا اس کا نام عبدالرحیم رکھنا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور حکیم صاحب نے آپ کے فرمان کے مطابق لڑکے کا نام عبدالرحیم رکھا۔

اس کے بعد حکیم صاحب اور حضرت خواجہ قصوریؒ کی ملاقات نہیں ہو سکی اور پھر اس کے بعد حکیم صاحب کے ہاں کوئی اور اولاد بھی نہیں ہوئی۔

❊

ملفوظات ہی میں لکھا ہے کہ!

ایک شخص نے کتب احادیث و روایات اور دوسری مذہبی کتابوں میں علمائے شیعہ اور سادات کے فضائل پڑھے تو وہ اس مذہب میں پڑ گیا کہ ان میں

کون افضل ہے اور کون افضل تر۔

شاہ پور میں ایک شخص حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ کا مرید تھا۔ یہ متذبذب شخص شاہ پور میں آپ کے اس مرید کے پاس پہنچا اور اس سے اپنے سوال کا جواب چاہا۔

اس شخص نے کہا کہ حضرت خواجہ قصوریؒ فقیر بھی ہیں اور عالم متبحر بھی۔ تم ان کے پاس جاؤ۔

چنانچہ وہ شخص آپ کے پاس پہنچا اور اپنا سوال پیش کیا۔

آپ نے فرمایا کہ

"فلاں روز تیرے شہر میں فلاں شخص کو سوتے میں چور قتل کر دیں گے۔ صبح جب اس کا جنازہ اٹھایا جائے گا تو اس کے جنازے پر ایک سبز پوش گھوڑے پر سوار ہو کر آئے گا۔ یہ سوال اس سبز پوش سوار سے کرنا۔

وہ شخص واپس شہر پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ رات کو ایک شخص سوتے میں چوروں کے ہاتھوں ہلاک ہوا ہے اور اب اس کا جنازہ تیار ہے۔ وہ شخص بھی جنازے میں شریک ہو گیا۔

نماز تیار تھی کہ ایک سبز پوش گھڑ سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا ادھر آنکلا اس کا رخ بھی لوگوں کی طرف تھا۔ سب نے سمجھا کہ یہ شخص نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہتا ہے۔ سب رک گئے۔ جب وہ آگیا تو سب نے مل کر اسے امامت کے لیے آگے کھڑا کیا۔

نماز سے فارغ ہو کر وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا کہ روانہ ہو۔

معاً وہ شخص جو منتظر تھا آگے بڑھا اور اپنا سوال پیش کیا۔

سبز پوش نے سن کر کہا کہ!

" شہیدوں کا مرتبہ تو یہ ہے کہ یہ جنازہ میرا
ہے ! "

یہ کہہ کر اس نے چہرے سے نقاب الٹ دیا۔

وہ شخص شہید ہونے والے کو پہچانتا تھا۔ اس نے جب اسے اپنے سامنے متکلم دیکھا تو حیران رہ گیا۔

پھر وہ سبز پوش بولا کہ

" علماً اور سادات کے مراتب کا مجھے علم
نہیں ہے۔ "

یہ کہہ کر وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور جدھر سے آیا تھا ادھر روانہ ہو گیا اور لوگوں نے اسے آنِ واحد میں افق کی گہرائیوں میں غائب ہوتے دیکھا۔



ایک صوبے دار نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ قصوری رح کو ایک عریضہ لکھا اور راجے کے ایک رشتہ دار کی شکایت کی :

" یا حضرت ! راجے کا فلاں رشتہ دار مجھے
بے حد تنگ کرتا ہے اس کے ظالمانہ رویہ
سے باطن میں بھی کچھ خلل پڑتا ہے۔ "

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

"ہمیں بھی ایک افغان تنگ کرتا ہے اس کی ایذا رسانی حدِ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ کوئی اذیت اس نے اٹھا نہیں رکھی! الحمد للہ کہ نسبت میں چنداں فرق نہیں، بلکہ فلاں فلاں روز ہمیں بیت المعمور میں لے جایا گیا وہاں لاتعداد فرشتوں کی جماعت کو نماز پڑھائی۔ لیکن یہ ثمر ہمارے صبر کا ہے کہ ہم اس موذی افغان کی ایذا رسانیوں کو صبر اور خاموشی کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں، تم بھی صبر کرو، اور شکوہ شکایت نہ کرو۔

ان اللہ مع الصابرین ٥

بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے انشاء اللہ تمہیں بھی یہ مقام حاصل ہو جائے گا۔"



جن دنوں آپ دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث کی تحصیل میں مصروف تھے تو آپ کے ساتھ ایک مولوی صاحب بھی شریکِ درس ہوا کرتے تھے ان کا نام بارک اللہ تھا۔

آپ مولوی صاحب سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب آپ حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلویؒ کے دست مبارک پر بیعت کر لیں۔

مولوی صاحب ہر مرتبہ ٹال جاتے اور فرماتے کہ اب تو نہیں آئندہ آؤں گا تو ضرور بیعت کروں گا۔

آخر ایک روز آپ نے فرمایا:

"مولوی صاحب! فقیر کو آپ سے وہابیت کی بو آتی ہے۔"

❀

حضرت مولانا للّٰہیؒ فرماتے ہیں کہ خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ کو ابتدا میں ایک ہندو بچے سے الفت ہو گئی تھی۔ آپ کی محبت نے وہ اثر دکھایا کہ وہ اپنے والدین سمیت حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ وہ عرض کیا کرتا تھا کہ

"قبلہ! میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔"

آپ فرمایا کرتے کہ

"ہم تمہیں دہلی لے چلیں گے وہاں بیعت کریں گے۔"

اتفاق سے لڑکے کا انتقال ہو گیا۔

اور اس کے بعد جب حضرت خواجہ قصوری دہلی تشریف لے گئے تو قطب زماں حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلویؒ کے خلیفہ حضرت مرزا عبدالغفور صاحبؒ سے اس ہندو بچے کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ اس طریقہ عالیہ میں زندہ اور مردہ میں کوئی فرق نہیں سب برابر ہیں کسی کو محرومی نہیں۔ لیکن کاش وہ داخلِ طریق ہو جاتا۔

یہ سن کر حضرت مرزا صاحبؒ مراقبے میں گئے۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا، اور فرمانے لگے کہ وہ بچہ آیا تھا اور داخلِ طریق ہو گیا۔ اس کی شکل ایسی تھی اور اس طرح کا لباس پہنے ہوئے تھا۔

آپ نے فرمایا۔ درست ہے اس کا لباس اور حلیہ یہی ہے!

٭

مولانا محمد علی مرحوم سکنہ کھر بیپڑ نے اپنے والد مرحوم کے ایک پیر بھائی کے حوالے سے بیان کیا کہ موضع بھینی نزد شرق پور کے ایک امام مسجد کو حضرت خواجہ قصوریؒ نے چالیسویں وغیرہ کے ختم کا کھانا کھانے سے منع فرمایا تھا اور کہا تھا کہ یہ حرام تو نہیں ہے لیکن تمہارے لیے منع ہے۔

اتفاق یہ ہوا کہ وہاں نمبردار صاحب کے گھر میں مرگ ہو گئی۔ انہوں نے ختم کے لیے امام صاحب کو بلایا۔ ختم کے بعد مولوی صاحب کو کھانے پر مجبور کیا گیا۔ انہوں نے ہزار انکار کیا لیکن نمبردار صاحب نے زبردستی کھانا کھلا دیا۔ کھانا کھانے کی دیر تھی کہ امام صاحب کی بینائی جاتی رہی۔ ادھر حضرت خواجہ قصوریؒ کا انتقال ہو چکا تھا

امام صاحب بہت گھبرائے۔

آخر انہیں پتہ چلا کہ حضرت خواجہ قصوریؒ کے صاحبزادے حافظ شاہ عبدالرسولؒ بھی صاحب کرامت بزرگ ہیں اور حضرت خواجہ قصوریؒ کے جانشین بھی ہیں۔ امام صاحب حاضر خدمت ہوئے اور حضرت خواجہ قصوریؒ کی حکم عدولی کا واقعہ بیان کیا۔ صاحبزادہ صاحب نے مزار اقدس پر حاضر ہو کر مراقبہ کیا اور پھر مولوی صاحب سے فرمایا کہ آپ کی بینائی لوٹ آئے گی لیکن پھر وہی شرط ہے کہ مرگ والوں کے گھر کا کھانا نہیں کھانا۔ اللہ کے فضل سے مولوی صاحب کی بینائی عود کر آئی مگر چند ماہ کے بعد وہاں پھر مرگ ہوئی۔

مولوی صاحب کو معلوم ہوا تو خاموشی سے گاؤں سے نکل گئے تاکہ پھر حکم عدولی کی نوبت نہ آئے۔

تھوڑی دور گئے تھے کہ پکڑے گئے۔

زمیندار صاحب نے لاکر ختم کے لیے بٹھایا اور بعد ختم کے مجبور کیا کہ کھانا کھا کر جائیں جب امام صاحب نے انکار کیا تو انہوں نے پوچھا کیا یہ کھانا حرام ہے؟

امام صاحب بے بس ہو گئے اور کھانا کھا لیا۔

پھر بینائی ختم ہو گئی۔

ادھر صاحبزادہ صاحب بھی مالکِ حقیقی سے جا ملے تھے۔ پھر یہ امام صاحب کبھی قصور شریف نہ گئے اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔



۶ ستمبر ۱۹۶۵ کو جب بھارت نے نہایت عیاری کے ساتھ اپنی جارحیّت کا ثبوت دیتے ہوئے وطنِ عزیز کی سرحدوں پر چوروں کی طرح حملہ کیا تو قصور بھی محاذِ جنگ بن گیا۔ دشمن رات کی تاریکی میں قصور پر قبضہ جمانے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن پاکستان کی جری اور بہادر فوجوں نے عیّار دشمن کا تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ اس محاذ پر پاکستانی فوج کے ایک میجر خادم حسین شہید بھی تھے۔

حضرت خواجہ قصوری رحؒ میجر خادم حسین شہید کو خواب میں ملے اور فرمایا کہ :

"ھشیار رہو، دشمن اس طرف پیش قدمی کرے گا۔"

میجر خادم حسین شہید نے پوچھا :

"آپ کون ہیں؟"

جواب ملا کہ

"میرا نام خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری ہے۔"

قصور کی خلقت گواہ ہے کہ میجر خادم حسین شہید آپ کے مزار پر حاضر ہوئے نیاز بھی دلائی اور پھر محاذِ جنگ پر روانہ ہوگئے۔

آپ سپلائی میں تھے۔ اور فوج کو اسلحہ پہنچا رہے تھے۔ کہ دیکھا ایک جگہ پاکستانی فوجی شہید پڑا ہے اور دشمن کے ٹینک اس طرف پیش قدمی کر رہے ہیں

میجر خادم حسین کے فرائض میں یہ بات شامل نہ تھی لیکن انہوں نے وقت کی نزاکت کو دیکھا۔ فوراً اپنی گاڑی سے نیچے کودے اور توپ سنبھالی، دشمن کے بڑھتے ہوئے ایک ٹینک کو اڑادیا۔ وہ اسی جگہ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ اس اس جنگ کے دوران توپ کا ایک گولہ آپ کے مزار مبارک پر آکر گرا۔ قدرت خدا کی اس سے صرف پارہ دری شہید ہوئی لیکن مزار کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔

ﷺ

نظام الدین قصوریہ رسالہ وار نے حافظ غلام مصطفےٰ خاں صاحب کو ایک خط لکھا تھا اس میں تحریر کرتے ہیں کہ جن دنوں ہمارا رسالہ کابل کے پہلے ہنگامے میں جلال آباد آیا تھا۔ ایک روز میری طبیعت میں سخت وحشت تھی گویا موت آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے۔ رات نو بجے میرے دل میں خیال آیا کہ کسی کا وسیلہ تکلیف میں کام آتا ہے۔ مگر اس حالت میں یہاں کوئی کسی کا حامی نہیں، اسی حالت میں آپ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا اگر تمہارا کچھ کام ہے تو بتاؤ۔ میں نے عرض کی کہ کام تو عرض کروں گا مگر آپ تو دنیا سے انتقال فرما گئے تھے اب کیسے تشریف لے آئے ہیں۔ فرمایا تو اس سے واقف نہیں۔ اپنا کام بتا۔ میں نے عرض کی کہ موت کے منہ میں گرفتار رہوں اور سخت مایوس ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے خبر ہے وظیفہ یا سلام پڑھا کر۔ جب میری آنکھ کھلی تو دل کو تسلی ہوئی اور خیر و عافیت سے دن گزرنے لگے۔

آپ کے کشف و کرامات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا للّٰہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں قصور شریف میں صحرا کی طرف سے آ رہا تھا کہ اچانک چند عورتیں سامنے آگئیں۔ میں نے انہیں دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔

جب وہ قریب سے گزرنے لگیں تو بولیں:

"یہ شخص مرد نہیں عورت ہے۔"

چنانچہ جب میں آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ نے از خود یہ قصّہ بیان کرنا شروع کیا کہ:

"حضرت شیخ سعدیؒ وجیہ و شکیل تھے۔ چہرے پر نقاب ڈالے رکھتے یا چہرے کو گھونگھٹ میں چھپائے رکھتے تھے۔ سیاحت کے دلدادہ تھے، سیر کرتے کرتے آپ ملتان کی طرف آ نکلے۔ یہاں اچانک عورتوں کا ایک گروہ سامنے آیا، وہ انہیں دیکھ کر کہنے لگیں:

"یہ تو کوئی عورت معلوم ہوتی ہے۔"

حضرت شیخ سعدیؒ نے فرمایا،

"یہ ملک نہایت بے شرم ہے۔"

اور پھر وہیں سے واپس ہو گئے۔

☘

حضرت مولانا غلام نبی للّٰہیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز قصور شریف میں قدمبوسی کو حاضر ہوا، جب رخصت ہونے لگا تو ارشاد ہوا کہ فلاں روز پھر آنا۔

فقیر حسب الارشاد مقررہ وقت پر لاہور پہنچا، کیونکہ آپ ان دنوں لاہور میں تشریف فرما تھے معلوم ہوا کہ آپ سڑک کی طرف تشریف لے گئے ہیں وہاں جانے کا سبب یہ تھا کہ آپ ایک شخص سے ناراض تھے۔ اس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی۔ حضورؐ نے اسے حکم دیا کہ خواجہ قصوریؒ تم سے ناراض ہیں۔ جاکر ان کو راضی کرو۔

چونکہ شخص مذکور نابینا تھا۔ بڑھاپا بھی طاری تھا اور چل پھر نہ سکتا تھا اس نے بصد عجز و انکسار آپ کو وہاں بلا بھیجا۔

اور آپ اس شخص سے راضی ہو گئے۔

ایک مرتبہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا، اور عرض کی کہ غریب نواز پیسائی نہیں ہوتی کچھ پکی پکائی مرحمت فرمائیں۔

آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر پکی پکائی چاہتے ہو تو قصور آنا۔

پکی پکائی مانگنے والا قصور میں حاضر نہ ہوا۔ البتہ حضرت مولانا غلام نبی للٰہی علیہ الرحمۃ نے کسی اور شخص کو اس کی جگہ بھیج دیا اور جاتے ہی اس کا مقصد حاصل ہو گیا۔

حکیم خیر الدین صاحب امرتسری اور متعدد دوسرے عقیدت مندوں کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ قصوریؒ حکیم محمد بخش مرحوم کے گھر ایک دعوت پر تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب جب خواجہ قصوریؒ کے ہاتھ دھلانے لگے تو عرض کی کہ ایک جوان لڑکا ہمارے خاندان سے اس مرض میں مبتلا ہے کہ جب نقارے کی آواز سنتا ہے تو بے اختیار ناچنے اور

کودنے لگتا ہے خواہ اسے کس قدر مضبوط ہاتھوں سے پکڑا جائے یا باندھ دیا جائے مگر وہ ہاتھ پاؤ کھلوا کر رقص کرنے لگتا ہے۔ بہت علاج کروایا ہے مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔

آپ نے فرمایا کہ فقیر کے ہاتھوں اور کُلّی کا پانی اس لڑکے کو پلا دو، اور ایک نقارچی کو بلاؤ کہ وہ نقارہ بجائے۔

لڑکے کو پانی پلایا گیا اور طبلہ نواز نے بڑی کیفیت سے نقارہ بجایا، لیکن لڑکے پر کوئی اثر نہ ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ اسے دھرونکل لے جاؤ۔ یہاں لوگ نقاروں پر ناچتے اور رقص کرتے ہیں۔ چنانچہ لڑکے کو وہاں بھی لے جایا گیا لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

اللہ اللہ نصرتِ سُنّت اور قلع قمعِ بدعت اسی کا نام ہے۔

حضرت قبلہ مولانا غلام مرتضٰےؒ صاحب بیربل والا نے حضرت خواجہ صاحب غلام نبی للٰہیؒ کی زبانی بیان کیا کہ ایک شخص کو دیوانے کُتّے کے کاٹنے سے دیوانگی کا مرض لاحق ہوا۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے جب مریض پر کوئی دوائی اثر نہیں کرتی۔

آپ نے اس پر تین دفعہ پھونک ماری۔ وہ فوراً اچھا بھلا ہو گیا۔

مولانا صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ قبلہ آپ نے کیا پڑھ کر دم کیا تھا فرمایا۔ کچھ نہیں یونہی پھونک ماری تھی۔ سبحان اللہ۔ یہی معنیٰ ہیں اس کے کہ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حاجی امام بخش رح ساکن اچھرہ لاہور نے بیان کیا کہ مزنگ میں آپ کا قیام تھا کہ ایک ہندو حاضر خدمت ہوا۔ عرض کی کہ میری بیوی کو آسیب ہے وہ بے ہوش وحواس برہنہ بیٹھی رہتی ہے۔ جو کوئی صاحب عزیمت آتا ہے اس کا علم کچھ تاثیر نہیں دکھاتا اور اسے خفیف ہو کر لوٹنا پڑتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ کیا تو اپنی عورت کو ہمارا پس خوردہ پانی پلا دے گا؟

اس نے عرض کیا۔ ضرور پلا دوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ جا جلدی سے پانی لے کر آ۔

جب وہ پانی لا رہا تھا تو دور سے ہی آپ نے فرمایا کہ اب پانی پس خوردہ ہو گیا ہے اسے جا کر اپنی عورت کو پلا دو۔

وہ شخص واپس گھر گیا۔ ایک پہر گزر جانے کے بعد واپس لوٹا۔ بڑا خوش وخرم

تھا۔ کہنے لگا کہ جونہی میں پانی لے کر گھر پہنچا۔ اور وہ جن جو کبھی حاضر نہیں ہوتا تھا قسمیں دے کر بولا کہ میں جاتا ہوں یہ پانی مجھے نہ پلاؤ۔ مگر میں نے بہ زور عورت کو پکڑ کر پانی پلا دیا۔ وہ پانی پینے کے بعد فوراً ہی ہوش میں آگئی اور کپڑے پہن کر بھلی چنگی ہو کر بیٹھ گئی۔

حافظ عبدالرحمٰن صاحب قصوری نے ڈیرہ اسماعیل خاں کے دوستوں کی زبانی بیان کیا کہ ایک دینی مسئلے کے اظہار پر ڈیرہ کے نوابوں اور افغانوں نے آپ کی تعظیم و تکریم میں عمداً کمی کر دی۔ یہ بات اس لیے ہوئی کہ انہیں اس مسئلے پر آپ سے اختلاف رائے تھا۔ آپ نے اپنے علم کے وقار اور اعزاز کی خاطر کئی برس تک ڈیرہ کا سفر موقوف رکھا۔ ان لوگوں پر سخت تکالیف عاید ہوئیں۔ حضرت خواجہ قصوریؒ مزنگ لاہور میں تشریف فرما تھے کہ نواب غلام حسن خاں اور ڈیرہ کے دوسرے عمائدین حاضر ہوئے اور اپنی تقصیر کی معافی چاہی اور بڑی التجا و تمنا سے عرض کیا۔ کہ آپ ڈیرہ کا سفر فرمائیے۔

آپ نے ان کے لیے دعائے خیر کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پہلے سے بھی عزیز رکھے اور بھلے دن دکھلائے۔

بعضوں نے اپنے دل میں کہا کہ پہلے سے زیادہ عزیز ہونا تو ناممکن ہے!

آپ نے کچھ شیرینی دے کر سب کو رخصت کیا۔

جونہی وہ لوگ واپس آئے، حاکم لاہور نے انہیں ایک مہم پر مامور کیا۔ اس مہم

میں انہیں زبردست کامیابی ہوئی اور دشمن کا لاکھوں روپے کا سامان نقد و جنس کی صورت میں ان کے ہاتھ لگا۔ حاکم نے سب کچھ انہیں بخش دیا اور یوں ڈیرہ تک پہنچتے پہنچتے یہ لوگ مالا مال ہو گئے۔

ایک مولوی صاحب حضرت صاحب سنگھر والوں کے مریدوں میں سے تھے وہ ایک مرتبہ مزنگ لاہور آئے۔ حضرت خواجہ قصوریؒ بھی مزنگ میں تشریف فرما تھے۔

مولوی صاحب نے التجا کی کہ نواب شیخ امام الدین سے مجھے ایک کام ہے آپ میرے لیے ان سے سفارش کر دیں یا سفارش نامہ لکھدیں۔

آپ نے فرمایا مولوی صاحب! فقیر کی دولت مندوں کے پاس نہ تو آمد و رفت ہے اور نہ نوشت و خواند۔

مولوی صاحب کہنے لگے کہ آپ صاحبزادہ صاحب سے فرمایئے۔

آپ نے فرمایا کہ وہ تو مجھ سے بھی زیادہ دولت مندوں سے متنفّر ہیں۔

مولوی صاحب نے اور تقاضا کیا تو آپ نے فرمایا کہ ذرا صبر کرو۔

تھوڑی دیر بعد نواب شیخ امام الدین حاضر خدمت ہوا۔ اور کچھ نذر پیش کی۔

آپ نے فرمایا۔ کہاں سے آنا ہوا؟

انہوں نے کہا کہ فلاں حاکم کی طرف جا رہا تھا پتہ چلا کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں، زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں اور حاکم کے پاس جانے کا ذوق و شوق فراموش ہو گیا ہے!

آپ نے فرمایا۔ اچھا ہوا، آپ آ گئے، ان مولوی صاحب کا کچھ کام ہے کر دیجئے
انہوں نے عرض کی۔ بسر و چشم !

☆

حضرت کا نواسہ صاحبزادہ سید محمد شاہ صاحبؒ شوال ۱۲۹۶ھ میں سخت بیمار ہوا
مولانا غلام دستگیر صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے آپ کے مزار پرُ انوار کے قریب کھڑے
ہو کر دعا کی کہ آپ کے نواسے کو اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ اسی دن بعد
از دوپہر حاجی بیلا حضرت کے مخلصوں سے کہنے لگے کہ حضرت خواجہ قصوریؒ مجھے خواب میں
ملے اور فرما گئے ہیں کہ سید محمدؒ نے کتنے روزے رمضان شریف کے توڑ دئیے ہیں
یہ بیماری مواخذہ ہے اگر آئندہ کے لیے توبہ کرے تو صحت ہو جائے گی۔
سید محمد صاحبؒ نے اعتراف کیا کہ ان سے یہ حرکت ہوئی تھی۔ پھر صدق دل سے
تائب ہوئے اور صحت یاب ہو گئے۔

☆

حضرت مولانا غلام نبی للٰہیؒ ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں قصور شریف سے
واپس آ رہا تھا۔ میرے ہمراہ میرا ایک عزیز بھی تھا۔ دریائے جہلم کو عبور کرنا
تھا۔ وقت زیادہ گزر گیا اور سورج سر پہ آ گیا۔ دریا کے پار آ کر ابھی ایک میل کی
مسافت ہی طے کر پائے تھے کہ تمازت آفتاب سے تشنگی کا سخت غلبہ ہوا۔
دور دور تک پانی کا کہیں نشان نہ تھا۔ پیاس نے دونوں کو نڈھال کر دیا۔ میرا
عزیز کہنے لگا کہ

"ایک مرتبہ حضرت محمد سلیمان تونسویؒ کہیں سفر پر جا رہے تھے سفر کے دوران پانی ختم ہو گیا۔ ساتھی بے حد پریشان ہوئے کہ اتنے میں ایک شخص ٹھنڈا شیریں پانی لے کر حاضر ہوا۔ اور سب کو پانی پلایا۔ تم بھی اپنے پیر طریقت کے پاس سے آ رہے ہو۔ کیا تم میں بھی کوئی کرامت ہے؟"

حضرت للّٰہیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ساتھی نے ابھی بات ختم بھی نہ کر پائی تھی کہ ایک شخص کے پکارنے کی آواز آئی:

"میاں! ٹھنڈا پانی موجود ہے پیتے جاؤ۔"

ہم اس آواز کی جانب لپکے۔ ٹھنڈا شیریں پانی پیا تو جان میں جان آئی جب ہم نے دوبارہ سفر شروع کیا تو میں نے کہا۔ تم نے تو صرف واقعہ ہی بیان کیا تھا۔ خدا جانے وہ واقعہ گزرا بھی تھا یا نہیں لیکن ہمارے پیر طریقت کی کرامت تم نے دیکھ ہی لی ہے۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ!

☆

ملفوظات کے مصنف لکھتے ہیں کہ

آپ کی نظر ہزار عمل سے افضل تھی۔ ایک مرتبہ کھانا تناول فرمانے کے بعد آپ ایک برتن میں ہاتھ دھو رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ فلاں شخص کو سگِ دیوانہ نے کاٹا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پانی (جسے آپ نے ہاتھ دھونے میں استعمال فرمایا تھا) اسے جا کر پلا دو۔ چنانچہ وہ پانی مریض کو پلا دیا گیا اور اسے آرام آ گیا۔



نقل ہے کہ ایک روز آپ وعظ فرما رہے تھے۔ آپ کے وعظ میں بے حد تاثیر تھی۔ لوگوں پر رقّت طاری ہو جاتی تھی اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے تھے۔ مجمع میں مکمل خاموشی اور سکوت طاری ہوتا تھا۔ چنانچہ سامعین اسی حالت میں تھے کہ یکایک آسمان پر سیاہ بادل فیلِ بے زنجیر کی طرح دوڑنے لگے۔ سامعین بادل کا یہ رنگ دیکھ کر گھبرائے کہ بارش آیا چاہتی ہے۔ آپ نے مجلس کا رنگ بھانپ لیا اور فرمایا کہ

ایک مرتبہ حضرت غوثِ اعظمؒ وعظ فرما رہے تھے کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ معلوم دیتا تھا کہ اب برسا کہ برسا۔ خلقت گھبرائی اور گھروں کو جانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ حضرت غوثِ اعظمؒ نے آسمان کی طرف رخ مبارک کیا اور فرمانے لگے کہ میں جمع کرتا ہوں اور تو انہیں پراگندہ کرتا ہے۔ یہ کہنا تھا کہ بادل چھٹ گئے اور لوگ پورے اطمینان کے ساتھ وعظ سننے لگے۔

حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ کا یہ فرمانا تھا کہ آپ کی مجلس پر سے بھی بادل فی الفور چھٹ گئے اور لوگ مطمئن ہو کر وعظ سننے لگے۔



نقل ہے کہ

ایک مرتبہ اس زور اور کثرت سے بارش ہوئی کہ لوگوں کا سخت نقصان ہوا فصلوں کی حالت خراب ہونے لگی۔ بارش تھی کہ تھمنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ لوگ

سخت بدحال اور پریشان تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔ لوگ حسرت و یاس سے آسمان کی طرف دیکھتے اور خاموش رہ جاتے۔ بارش کا اس قدر زور تھا کہ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ تباہ کر کے ہی دم لے گی۔ کچھ لوگ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک خلقت بارش کی کثرت اور تباہی سے سخت پریشان ہے دعا فرمایئے کہ بارش بند ہو جائے۔

آپ نے آسمان کی جانب نظر اٹھائی اور انگشت مبارک سے کچھ اشارہ کیا یا کچھ لکھا (اس میں راوی کو شک ہے) اس کے ساتھ ہی بارش بالکل تھم گئی۔

※

آپ کی ایک بڑی واضح کرامت یہ تھی کہ اگر کوئی شخص اولاد کے حصول کے لیے تعویذ مانگتا تو تعویذ دیتے وقت اگر زبان مبارک سے نکل جاتا کہ اسے چاندی کے خول میں بند کر کے رکھنا تو معلوم ہو جاتا کہ سائل کے یہاں دختر کی ولادت ہو گی۔ اور اگر فرماتے کہ اسے جست کے خول میں رکھنا تو یہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کے خلیفہ اعظم حضرت للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے تعویذ مانگا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے چاندی کے خول میں رکھنا۔

حضرت مولانا للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ حضور اسے اولاد نرینہ کی خواہش ہے۔

فرمایا کہ اب تو چار ماہ گذر چکے ہیں۔

چنانچہ اس شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔

❊

حالاتِ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ

ایک دفعہ حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ سفر میں تھے۔ اور اپنے عم بزرگوار کی کوئی کتاب بغرض مطالعہ ساتھ لیتے آئے تھے۔ اثنائے سفر وہ کتاب کسی طرح گم ہوگئی۔ ادھر عم بزرگوار کا خط آیا کہ فلاں کتاب تمہارے پاس ہے بھیجدو

آپ نے جواب میں لکھا کہ کتاب کتب خانہ میں ہے تلاش کریں۔

حالاں کہ معلوم تھا کہ کتاب گم ہوگئی ہے۔

یہ لکھنے کے بعد آپ نے

"یا جامع الناس لیوم لا ریب فیہ
اردد علی ضالتی"

پڑھنا شروع کیا۔

کچھ دن کے بعد عم بزرگوار کا خط آیا اس میں تحریر تھا کہ کتاب کتب خانہ سے مل گئی ہے۔

❊

حضرت مولانا غلام نبی للّٰہیؒ راوی ہیں کہ

ایک مرتبہ قصور کے علاقے میں سخت قحط پڑا۔ رات کو سوتے تھے کہ ایک مجذوب حضرت خواجہ قصوریؒ کی خدمت میں حاضر آیا اور کہنے لگا۔

"یا حضرت! بھوک لگی ہے کچھ کھانے کو مل جائے۔"

آپ نے فرمایا

"ذرا توقف کرو!"

کچھ دیر بعد وہ پھر بولا

"قبلہ! جلدی کریں۔ بھوک سے بے حال ہو رہا ہوں۔"

آپ نے ارشاد فرمایا۔ "میاں! ذرا ٹھہرو۔"

اسی وقت ایک شخص ایک طشت اٹھائے پہنچ گیا اور عرض کرنے لگا کہ یہ کھانا فلاں شخص نے آپ کے لیے بھیجا ہے۔

آپ نے نصف کھانا اس مجذوب کو اور نصف مجھے عطا فرمایا۔

کھانا لانے والے نے یہ بھی بتایا کہ اس کا مالک سو رہا تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی دل میں خیال گزرا کہ ہم تو کھانا کھا چکے ہیں خدا معلوم حضرت خواجہ صاحبؒ کے گھر میں کچھ پکا ہے یا نہیں اور درویش بھی بھوکے سو گئے ہوں گے۔ اسی وقت کھانا تیار کروا کے آپ کی خدمتِ عالیہ میں روانہ کر دیا۔

❖

حضرت للّٰہیؒ بیان فرماتے ہیں کہ

میں آپ کی مجلس فیض منزل میں حاضر ہوتا تھا اور کچھ فاصلے پر بیٹھتا تھا۔ اگر میں کچھ عرض کرنا چاہتا اور آپ کو کچھ جواباً فرمانا ہوتا تو ہمیشہ القاً فرماتے تھے۔ اور یوں پوچھنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔

ملفوظات شریف میں ہے کہ

کشمیر کا ایک صوبیدار امام دین نامی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ رخصت کے وقت اس نے مصافحہ کرنے کو ہاتھ بڑھایا تو آپ کی نظر ہاتھ میں پہنے ہوئے سونے کے کڑوں پر پڑی۔ فرمایا کہ یہ نہ پہنا کرو۔ مردوں پہ اس قسم کا زیور پہننا حرام ہے۔

صوبیدار نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ سونے کے ایسے زیورات نہیں پہنے گا۔

پھر وہ رخصت ہو گیا۔

دوسرے روز پھر حاضر ہوا تو سونے کے کڑے اتارنے کی بجائے انہیں اوپر کو چڑھا لیا تاکہ وہ حضور کی نظروں سے چھپ جائیں۔ رخصت کے وقت جب اس نے مصافحہ کرنا چاہا تو کڑے نیچے کھسک آئے۔

آپ نے یہ دیکھا تو بہت خفا ہوئے اور فوراً چلے جانے کا حکم دیا۔ اس نے بڑی منت سماجت کی اور معافی مانگی۔

❁

آپ کے عقیدت مندوں میں ایک شخص بے حد غریب اور مفلس تھا۔ اسے آپ کی دعوت کرنے کا بے حد شوق تھا لیکن اپنی غربت و افلاس کو دیکھ کر وہ دل گرفتہ ہو جاتا تھا۔

آخر ایک روز اس نے آپ کی دعوت کی اور دعوت میں صرف گاجر ابال کر سامنے رکھ دی۔ آپ نے بڑے شوق سے تناول فرمایا اور اس کے حق میں

دعائے خیر کی اور فرمایا کہ

"انشاءاللہ یہ تنگ دستی ختم ہو جائے گی۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ شخص فارغ البال ہو گیا۔

٭

آپ کے مرید غلام حسین خاں ترین (ڈیرہ اسماعیل خاں) نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو اولادِ نرینہ کے واسطے بذریعہ خط عرض کیا۔

آپ نے اسے یہ رباعی لکھ کر بھیج دی جس سے بچوں کے نام بھی مع دعا کے ظاہر ہیں:

شاہ نواز ست قبولِ خدا
لعل بود گوھر کانِ صفا
باد بہ سردار سعادتِ قریں
باد بعبد اللہ عبادت گزیں
لطف الٰہ باد بہ لطف اللہ خاں
جملہ برادرز بلا در اماں

خدا کے فضل سے اس کے یہاں پانچ فرزند پیدا ہوئے۔

٭

ایک شخص آپ کی زیارت کے لیے قصور کو روانہ ہوا۔ راستے میں اسے ایک اور شخص ملا۔ پہلے شخص نے اس سے قصور جانے کا مدعا بیان کیا اور کہا کہ اگر حضرت خواجہ صاحبؒ کو کوئی پیغام دینا ہو تو بتا دیجیے۔ وہ شخص بولا کہ یہ عرض کرنا کہ فلاں شخص نے اپنے لڑکے کو آپ کے حلقہ مریدین میں اس لیے داخل کرایا تھا کہ لڑکا خدا اور اس کے رسولؐ کا راستہ جان لے اور اس کی عاقبت سنور جائے لیکن وہ تو دنیا کے حال میں مگن ہے اور ہم سے بھی بیگانہ ہو گیا ہے۔

راستے میں آگے چل کر وہ شخص اس شہر سے گزرا جہاں یہ لڑکا تھا نمبردار تھا۔ اس نے سوچا کہ اسے بھی ملتا چلے۔ چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچا اور قصور جانے کا مدّعا بیان کیا اور کہا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے لیے کوئی پیغام ہو تو دے دو۔

وہ بولا۔ میرا اسلام عرض کرنا۔ عدمِ فرصت کے سبب حاضر ہونے سے قاصر ہوں چنانچہ وہ شخص قدم بوسی کے لیے قصور پہنچ گیا۔ لیکن سوئے اتفاق سے باپ بیٹا دونوں کے پیغام دینا بھول گیا۔ چار دن کے قیام کے بعد واپس لوٹنے لگا تو اجازت کے لیے حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ میاں کسی کا پیغام پہنچانا فرض ہوتا ہے بھولنا نہیں چاہیے۔

تب اس شخص نے ان دونوں اشخاص باپ بیٹا کے پیغام حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیے۔

آپ سنتے ہی فوراً مراقبے میں چلے گئے۔ اور فرمایا کہ اس شخص کا پیغام پھر دُہراؤ۔ اس نے پیغام دُہرا دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا پھر دُہرانا

اس نے پھر دُہرایا۔

اسی طرح تیسری مرتبہ آپ نے پیغام دُہرانے کو کہا اور خود مراقبے میں رہے۔

ابھی تیسری مرتبہ پیغام پورا نہیں دہرایا گیا تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ وہی لڑکا جس کے والد نے شکایت کی تھی فقیرانہ شکل میں چلا آتا ہے اور پنجابی کے وہ اشعار جو اس نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی شان میں لکھے تھے بلند آواز سے پڑھ رہا ہے

حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ دیکھو وہ آگیا ہے۔ تم کہتے تھے، کہ یہ دنیا میں پھنسا ہوا ہے۔ لیکن ذرا اس کی کیفیت تو دیکھو کیا دنیا دار لوگوں کی حالت ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔

ایک مرتبہ نصف شب کے قریب مسجد میں تشریف لے جا رہے تھے کہ بازار میں ایک ہندو عورت ملی جو بار بار یہ مصرع دُہرا رہی تھی ؎

جو دم جیوِاں سو گنگا جاں

آپ نے اس کا یہ وِرد سنا تو اس کی حالت پر توجہ فرمائی اور فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کہتی کہ

جو دم جیواں سو اِلّا اللہ

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اس کی حالت غیر ہوگئی اور اس کے جسم کے ہر بال سے ذکر جاری ہوگیا۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا۔

ہندوؤں نے اس کی لاش کو جلانا چاہا لیکن آگ اسے نہ جلاتی تھی۔ انہوں نے ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام رہے مجبوراً وہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمتِ اقدس

میں حاضر ہوئے۔

آپ نے اس کی لاش کے لیے غسل کا حکم دیا اور اس کے بعد اس کے جسد کو قبرستان میں دفنا دیا گیا۔



ملفوظات میں لکھا ہے کہ!

آپ کی خدمتِ عالیہ میں ایک شخص حاضر ہوا کرتا تھا۔ وہ بیان کیا کرتا تھا کہ ابتدا میں اسے خدا طلبی کا شوق تھا۔ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پورے بارہ برس تک شب و روز ان کی خدمت میں مشغول و مصروف رہا اور شادی بھی نہ کی کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ شادی سلوک کی راہ میں حائل ہوتی ہے۔ اسی طرح بارہ سال گزر گئے یہاں تک کہ وہ بزرگ انتقال کر گئے۔ اور وفات سے قبل ایک دوسرے بزرگ کے سپرد کر دیا۔ آٹھ سال تک شب و روز ان کی بھی خدمت کی اور یوں زندگی کے بیس سال بیت گئے۔ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے قصور شریف کا راستہ بتایا اور خود دارِ فانی سے کُوچ کر گئے۔

پھر وہ شخص قصور میں حضرت خواجہ قصوری رح کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور خدا کے فضل سے اسے سب کچھ حاصل ہو گیا۔



نقل ہے کہ آپ کے دَور میں ایک سکھ بھی آپ کی محفل میں آ کر بیٹھا کرتا تھا۔ وہ انتہائی مفلوک الحال اور مفلس تھا۔ اس پر طرّہ یہ کہ وہ کثیر الاولاد بھی تھا۔ اکثر فاقہ کشی تک نوبت رہتی تھی۔ غربت کی وجہ سے اس کی جوان لڑکیاں گھر میں کنواری بیٹھی ہوئی

تھیں اور یہ پریشانی اس کے لیے سوہانِ روح بنی ہوئی تھی کیونکہ کوئی شخص غربت کے سبب اس کی لڑکی یا لڑکے کا رشتہ قبول نہ کرتا تھا۔

وہ آپ کی مجلس میں اس نیّت سے آتا تھا کہ اپنے لیے حضرت خواجہ صاحبؒ سے دعا کرائے تاکہ اس کی مفلسی اور غربت دُور ہو۔ مگر آپ کی پُر جلال شخصیت اور مجلس کا رنگ دیکھ کر وہ اس قدر مرعوب ہو جاتا کہ عرضِ مدّعا کا حوصلہ نہ پاتا اور کچھ دیر بعد خاموشی سے اٹھ کر چلا جاتا۔

اسی طرح کئی روز گزر گئے۔

آخر ایک دن آپ نے اس پر مہربانی فرمائی اور پوچھا کہ لوگ آتے ہیں اپنا اپنا مدّعا بیان کرتے ہیں۔ کئی دن ہو گئے تم مجلس میں حاضر ہوتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم کچھ کہنا چاہتے ہو، لیکن کہہ نہیں پاتے۔ تمہاری کیا غرض ہے بیان کرو۔

سِکھ نے آپ کی یہ مشفقانہ گفتگو سنی تو اسے کچھ حوصلہ ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ واقعی میں اپنا ایک مدّعا کہنا چاہتا ہوں لیکن آپ کی معظّم و محترم شخصیت سے اس قدر مرعوب ہوں کہ کچھ کہنے کا حوصلہ نہیں پاتا۔ اب آپ نے فرمایا ہے تو مجھے لب کشائی کی جرأت ہوئی ہے۔

پھر اس سکھ نے اپنی غربت و مفلسی اور بچوں کی شادیوں میں رکاوٹ کا ذکر کیا اور کہا کہ جوان لڑکیاں گھر میں بیٹھی ہیں۔ لڑکے والے قیمتی جہیز طلب کرتے ہیں میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ میری یہ مشکل آسان ہو۔ آپ نے اس کا یہ ماجرا سنا تو بے حد افسوس کیا۔ پھر اسے تسلّی دی۔ اور خادم کو قلم دوات لانے کا حکم دیا۔

آپ نے ایک تعویذ لکھا اور سکھ سے فرمایا کہ صبح طلوعِ آفتاب کے وقت اسے اپنی پگڑی میں باندھ لینا اور مشرق کی سمت روانہ ہو جانا۔ کہیں رُکنا نہیں۔

یہ فرما کر آپ نے سکھ کو رخصت کیا۔

دوسرے روز طلوعِ آفتاب کے وقت سکھ نے تعویذ اپنی پگڑی میں باندھا اور مشرق کی سمت روانہ ہوا۔

کافی دور نکل گیا۔ تو اسے دو شخص ملے جنہوں نے ہاتھوں میں کلہاڑیاں پکڑ رکھی تھیں۔ وہ ان کے پاس سے گزرنے لگا تو انہوں نے اسے للکارا اور کہا کہ یہیں کھڑے رہو۔

سکھ گھبرایا۔ ڈرتے ڈرتے سکھ نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے ایک مردہ جانور کے ڈھانچے کی طرف اشارہ کیا اور حکم دیا کہ اپنے بھورے میں اسے باندھ کر اٹھائے جاؤ۔

سکھ نے اس خوف سے کہ مبادا حکم عدولی کرنے پر مجھے یہ ہلاک کر دیں۔ اس مردار کے ڈھانچے کو بھورے میں باندھ لیا۔

پھر ان دونوں نے اسے کہا کہ اسے گھر لے جا کر کھولنا۔ اگر راستے میں کھولا تو تمہیں جان سے مار دیا جائے گا۔

وہ سکھ لرزاں و ترساں مردار کی گٹھڑی سر پہ اٹھائے واپس گھر کو چلا۔ کچھ دور آگے نکل کر اس کے حواس بحال ہوئے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو انہی اشخاص کو اپنے چپ و راست موجود پایا۔ وہ پھر گھبرا گیا اور قدم تیز تیز اٹھاتا ہوا گھر جا پہنچا

اور گھڑی صحن میں دے ماری۔

بچوں نے سمجھا کہ ان کا باپ ان کے لیے کوئی چیز لایا ہے۔ وہ گٹھڑی کی طرف لپکے تاکہ اسے کھول کر دیکھیں۔

سکھ نے کہا کہ اسے ہاتھ مت لگانا۔

مگر بچوں نے گٹھڑی کو زبردستی کھول دیا۔

خدا کی قدرت سے وہ مردہ جانور کا ڈھانچہ سونے میں بدل چکا تھا۔ گھر کے تمام افراد یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔

سکھ خود بھی اتنا سونا دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا۔ لیکن پھر فوراً ہی معاملے کی تہہ کو پہنچ گیا کہ یہ حضرت خواجہ صاحبؒ ہی کی کرامت ہے۔

آخر اس سکھ کی فارغ البالی زبان زدِ عام ہوئی تو لوگوں نے حضرت خواجہ صاحبؒ سے بھی اس کا ذکر کیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"فقیر نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کیا۔ مُردار کو مُردار دے دیا ہے کیونکہ دنیا مثل مُردار کے ہے اور اس کا طالب مانند کتّے کے۔"

☆

ایک مرتبہ رمضان المبارک کے مہینے میں آپ نے ایک شخص کو نماز تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لیے مقرر فرمایا۔ خدا کی قدرت سے ایسا ہوا کہ چاند نظر آنے سے صرف ایک روز قبل وہ حافظ صاحب سخت بیمار ہو گئے۔ اور کوئی شخص ایسا نہ تھا۔

جو نماز تراویح میں قرآن مجید سنا سکتا۔ آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو حافظ صاحب آ جائیں گے۔

شرق پور کے نزدیک فیض پور میں آپ کے ایک مرید رہتے تھے وہ بھی قرآن کے حافظ تھے۔ آپ نے انہیں خواب میں شرفِ زیارت بخشا اور انہیں قصور آنے کا حکم دیا۔

دوسرے روز مغرب کے قریب وہ حافظ صاحب قصور شریف پہنچ گئے اور آپ نے فرمایا۔

"لو میاں! وہ حافظ صاحب آ گئے ہیں۔

اور پھر بعد میں حافظ صاحب نے دوسرے عقیدتمندوں سے خواب والا سارا واقعہ بیان کیا۔

حضرت مولانا اللہیؒ بیان فرماتے ہیں کہ

ایک دفعہ علاقہ راوی کے بعض اشخاص کو آپ نے خواب میں زیارت بخشی۔ ان لوگوں کو آپ کی ملاقات اور زیارت کا شوق دامن گیر ہوا۔ تو تلاش میں چل نکلے۔ آخر تلاشِ بسیار کے بعد وہ سب قصور آ پہنچے اور جب پا بوسی کے لیے حضور کی محفلِ فیض منزل میں حاضر ہوئے تو باوجود ایک عرصہ گزر جانے کے آپ نے سب کو پہچان لیا اور ایک ایک کا نام لے کر ان سے ملے اور ان کا حال دریافت فرمایا۔ ان اشخاص کے نام یہ ہیں :

۱۔ مولوی قادر بخش صاحب دھولری

۲۔ مولوی علاؤ الدین المعروف علاول دین موضع بستی پیراں نزد کمالیہ

۳۔ میاں شاہ محمد جو یا نزد بستی پیراں کمالیہ

یہ تمام اشخاص حلقہ مریدین میں داخل ہوئے۔ آپ نے انہیں بیعت کیا مگر ایک چُھٹے شخص کی بیعت نہ لی اور فرمایا

"عزیز! تمہارا فیض حضرت خواجہ تونسوی کے پاس ہے۔"

انہی مریدین کے اصرار پر آپ اگلے سال علاقہ راوی تشریف لے گئے۔ متعدد لوگوں نے اس موقع پر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور یہاں آپ کی ملاقات مائی صفوراںؒ سے بھی ہوئی۔

❁

ایک مرتبہ آپ اپنے خلیفہ اعظم حضرت مولانا للّٰہیؒ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ للّٰہیؒ سے لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت! ہمارے کنوئیں کا پانی تلخ بھی ہے اور کم بھی۔ حضور کرم فرمائیں تو یہ تکلیف دور ہو جائے۔

آپ نے یہ سنا تو اس کنوئیں پر تشریف لے گئے۔ حکم دیا کہ پانی کا ایک ڈول نکالا

جائے۔

پانی کا ڈول نکالا گیا۔

آپ نے اس میں سے چلّو بھر پانی لے کر اپنے منہ میں ڈالا اور کلّی کر کے سارا پانی اس ڈول میں واپس ڈال دیا۔ پھر حکم دیا کہ اس ڈول کا پانی کنویں میں انڈیل دیا جائے۔

جب پانی کنویں میں انڈیلا گیا تو اس کے بعد نہ تو اس کا پانی تلخ رہا اور نہ کبھی اس میں کمی کی شکایت پیدا ہوئی۔

☆

ایک مرتبہ آپ ڈنگہ ضلع گجرات تشریف لے گئے۔

ایک جگہ کو دیکھ کر فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں ایک مسجد ہے اور یہاں ایک کنواں ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ نشان بھی دیتے جاتے تھے۔

آپ کا یہ کشف کچھ عرصہ بعد ظہور پذیر ہوا۔ یعنی واقعی اسی نشان زدہ جگہ پر ایک مسجد اور ایک کنویں کی تعمیر ہوئی۔

لوگوں نے اس جگہ کا نام نہایت عقیدت و احترام کے طور پر "یقین پور" رکھ دیا۔

حضرت مولانا للّٰہی رح فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نواب شیر محمد خان ٹوانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا - ان دنوں آپ مزنگ لاہور میں تشریف فرما تھے۔ حاضری سے قبل نواب شیر محمد خاں کی ملاقات آپ کے مشہور خلیفہ مولانا اشرف علی صاحب بھیروی رح سے ہوئی۔ خلیفہ صاحب ڈیوڑھی پر تشریف فرما تھے۔ نواب صاحب ان سے محوِ گفت گو ہوئے تو انھوں نے دیکھ کر فرمایا کہ نواب صاحب آپ اللہ والوں سے ملاقات کو آئے ہیں اور آپ نے سونا پہنا ہوا ہے۔

یہ سن کر نواب صاحب نے فوراً سونے کے بٹن اتار دیئے۔

پھر خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ تم اپنی مونچھوں کو بھی شریعت کے مطابق درست کراؤ۔

نواب صاحب نے مونچھیں بھی درست کرائیں۔ اور قیمتی لباس بھی اتار دیا جس سے کہ کبر و نخوت کا اظہار ہوتا تھا۔ پھر وضو کر کے خلیفہ صاحب کے ہمراہ اندر داخل ہوئے اس وقت حضرت خواجہ صاحب رح علما سے مسئلہ توحید پر بات چیت کر رہے تھے۔

نواب صاحب نے "السّلام علیکم" کہا۔

آپ نے فرمایا کہ شیر محمد خاں بیٹھ جاؤ۔

اور ہاتھ سے ایک طرف اشارہ فرمایا۔

نواب صاحب بیٹھ گئے۔

جب علمائ سے گفت گو ختم ہو چکی تو حضور، نواب صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اس دوران نواب صاحب حضور خواجہ صاحب رح کی گفت گو سن کر بے حد متاثر ہو چکے تھے۔ جسم بیدِ مجنوں کی طرح کانپ رہا تھا اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ جب اس نے

حضور خواجہ صاحبؒ کو اپنی طرف متوجہ پایا تو عرض کی کہ مجھے اپنی غلامی میں داخل فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ میاں تم نواب ہو کسی بڑے بزرگ سے بیعت کرو۔ ہم تو بالکل عاجز اور گنہ گار بندے ہیں۔ ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ کیا خبر ہمارے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے۔ لیکن نواب صاحب نے بڑی انکساری سے بار بار اصرار کیا تو آپ نے اسے بیعت سے نوازا۔ اور حلقہ مریدین میں داخل کر لیا۔

پھر آپ نے اسے کچھ پند و نصائح کیے اور کہا کہ علمائے سو کے وعظ میں شرکت نہ کرنا۔ شریعت کے احکام کی پابندی کرنا۔ فرنگی حکام سے نفرت رکھنا۔

لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی توجہ اور مہربانی سے نواب کی کایا پلٹ گئی اور وہ بے حد متّقی اور پرہیزگار بن گیا۔ کوئی وقت ذکر و شغل سے خالی نہ جاتا تھا اور ہمہ وقت باوضو رہتا تھا۔ جب کسی انگریز سے ہاتھ ملاتا تو اس کے فوراً بعد مٹی اور صابن سے ہاتھ دھو لیتا تھا۔

معتبر روایت کے مطابق نواب صاحب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر شیدائی بن گئے اور احکام شریعت پر اس قدر سختی سے عمل کیا کہ انہیں اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوتا تھا۔ گیارھویں اور بارھویں کا ختم دلوانے اور ہر ماہ کے مطابق وعظ سننے کا آپ نے حکم دیا تھا۔

ایک دفعہ علاقہ سرگودھا سے آپ کا ایک مخلص مرید میاں گُل محمد کلیار حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کی کہ یا حضرت فلاں ڈھڈھی زمیندار سے میں نے اپنے لڑکے کے لیے اس کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا۔ مگر چونکہ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا آدمی سمجھتا ہے لہذا اس نے صاف انکار کر دیا بلکہ یہاں تک کہا کہ تمہیں مجھ سے رشتہ مانگنے کی جرأت کیسے ہوئی۔

اس سے میری بڑی ہتک ہوئی ہے اب میں اپنے علاقے میں منہ نہیں دکھا سکتا۔ میرے حال پر مہربانی فرمایئے۔

آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ میاں گل جاؤ! تمہارے گھر پہنچنے سے پہلے وہ شخص تمہارے گھر کے تین چکر لگا چکا ہے۔ اور اب وہ اپنی زبان سے رشتہ دینے کو تیار ہے۔

حضور کے ارشاد کے مطابق میاں گل محمد کلیا رجب واپس گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ زمیندار تین مرتبہ میاں گل محمد کو ملنے آئے تھے۔

ادھر جب زمیندار کو میاں گل محمد کی واپسی کی اطلاع ملی تو خود چل کر میاں گل محمد کے گھر پہنچا۔ اپنے پہلے رویے کی معافی مانگی اور کہا کہ میاں اٹھو! اپنا کام سرانجام دو۔ میں نے اپنی لڑکی کا رشتہ تمہارے لڑکے سے کر دیا ہے۔

❁

ایک مرتبہ آپ للہ شریف تشریف لے گئے اور اپنے مرید مخلص حضرت مولانا غلام نبی للٰہی رح کے ہاں قیام فرمایا۔

حضرت مولانا غلام نبی للٰہی رح سے پہلے وہاں آپ کے قدیمی مرید اور مخلص مولوی فیض بخش صاحب تھے جن کے ساتھ آپ کے دیرینہ تعلقات بھی تھے لیکن جب حضرت مولانا غلام نبی للٰہی رح کو شرف بیعت حاصل ہوا تو پیر کامل کی نظر اپنے مرید ہونہار کی علوِ استعداد کو بھانپ گئی اور رشتہ محبت اس قدر بڑھا کہ درمیان سے دوئی کے تمام پردے اٹھ گئے۔ اسی تعلق کی بنا پر آپ نے مولانا غلام نبی للٰہی رح کے یہاں قیام فرمایا اور اپنے دیرینہ مرید مولوی فیض بخش کو یہاں بلا بھیجا۔ لیکن وہ

اس خیال سے کہ آپ نے وہاں قیام کیوں فرمایا۔ خانہ بند ہو گئے۔ اور قاصد کو کہلا بھیجا کہ فیض بخش گھر میں موجود نہیں۔

لیکن آپ نے کشف سے فوراً معلوم کر لیا۔ اور قاصد سے کہا کہ نہیں جاؤ اور انہیں بلا لاؤ۔

پھر یہی جواب ملا۔

فرمایا کہ بہتر ہے۔ میں نے للہ میں ایک بوٹا لگانا تھا وہاں نہیں تو یہاں سہی۔ چنانچہ للہ میں آپ نے وہ پودا لگایا کہ جس کا فیض آج تک جاری ہے۔ مولوی فیض بخش غصہ میں آ کر حضرت خواجہ تونسویؒ کے مرید ہو گئے اور طالب خلافت ہوئے۔ لیکن گوہر مقصود تاحیات حاصل نہ ہو سکا۔

خلفاء

حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ دائم الحضوری جب دہلی سے حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے فارغ التحصیل ہوئے اور طریقہ عالیہ مجددیہ کی خلافت اور علم حدیث کی سند اور تعلیم و تدریس کی اجازت حاصل کر کے واپس پنجاب لوٹے تو ان دنوں پنجاب میں بدعات کا زور تھا۔ لوگ احکام خداوندی اور احکام شریعت سے منہ موڑ چکے تھے اور اس غفلت کے سبب اسلام گویا خشک سالی کا شکار تھا۔

آپ نے شریعتِ مصطفےٰ اور عشقِ الٰہی سے اس علاقے میں تر و تازگی اور ایک نئی زندگی پیدا کی۔ آپ نے دینِ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیے اپنے حلقہ خاص

کے کچھ عقیدت مندوں اور مریدوں کو بیعت و ارشادِ طریقت کی اجازت بھی بخشی۔
چند ایک ممتاز و معروف خلفاؒ کے اسمائے گرامی یہاں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ خلیفہ اوّل حضرت مولانا غلام نبی للّٰہیؒ ضلع جہلم

۲۔ حضرت مولانا غلام مرتضےٰؒ صاحب بیربل شریف ضلع سرگودھا

۳۔ حضرت مولانا حافظ نورالدّینؒ صاحب چکوڑی شریف ضلع گجرات

۴۔ مولانا حافظ علم الدّینؒ و حافظ محمد الدّینؒ برادران حافظ نورالدّینؒ چکوڑی شریف ضلع گجرات۔

۵۔ حضرت مولانا مفتی غلام محی الدّینؒ صاحب نمک میانی

۶۔ حضرت صاحبزادہ مفتی غلام احمدؒ ولد مفتی غلام محی الدّینؒ نمک میانی

۷۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ مرالی شریف نزد ڈیرہ اسمٰعیل خاں

۸۔ حضرت مولانا بدرالدّینؒ صاحب اوچ لدھے کی نزد للیانی علاقہ لاہور

۹۔ حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام دستگیرؒ صاحب ہاشمی قصوری

۱۰۔ حضرت خواجہ صاحبزادہ حافظ شاہ عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصوری حضوری۔

۱۱۔ حضرت مولانا محمد اشرف علیؒ صاحب بھیرہ

۱۲۔ حضرت مولانا کرم الٰہیؒ صاحب والد مولوی دلپذیر بھیروی

۱۳۔ حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ حضرت مولانا صالح محمد صاحب کنجاہیؒ

۱۵۔ حضرت مولانا سلطان احمد صاحب کانگڑہ والے

اولاد

خواجہ قصوری دائم الحضوری کی شادی آپ کے اپنے خاندان ہی میں ہوئی تھی۔ زوجہ محترمہ کا نام نامی مائی زلیخا تھا۔ اولاد میں ایک صاحبزادہ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادہ کا نام نامی اسم گرامی حضرت صاحبزادہ حافظ عبدالرسول تھا۔ بڑی صاحبزادی کا نام بی بی حافظہ اور چھوٹی صاحبزادی کا نام بی بی پارسا تھا۔ بڑی صاحبزادی بی بی حافظہ کی شادی مولانا غلام علی قصوری سے ہوئی تھی ان کے بطن سے ایک صاحبزادی تولد ہوئیں جن کا نام صاحب بیگم تھا۔ اور چھوٹی صاحبزادی بی بی پارسا آپ کے خلیفہ حضرت مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری کے عقد میں آئیں!

قصیدہ در مدح حضرت صاحبزادہ حافظ خواجہ ابوسعید فخر الدین

عبدالرسول قصوری حضوری رح

از حضرت مولانا غلام محی الدین کنجاہی ابن مولانا صالح محمد کنجاہی!

صدفِ سینۂ من مسکین ، باد پُر دُر ز وصفِ شاہِ مبین

آنکہ از مولدش قصور بیافت ، سر بلندی و رفعت از پروین

فکرت اندیش مدح او چو شدم ، کرد بر فکر من فلک تحسین

شکر للہ کہ با چنین نعمت ، کرد مارا بفضلِ خویش قرین

مسجد خامہ صحن کاغذ شد ، گاہ تحریر وصف آں شہِ دین

فخر دین بو سعید عبدالرسول ، زینتِ عالمان دین متین

شاہ اورنگ کشور اسلام ، ماہ برج سپہر شرح مبین

نکتہ دانِ حقیقت و عرفان ، زبدۂ کاملانِ اہلِ یقین

از پے طالبانِ راہِ حق است پیشوائے طریقۂ تلقین
از خیالِ جمالِ او دل شان ہست رشکِ نگارخانۂ چین

بلکہ انگشت او بوقت دعاء دان کلید درِ سپہر برین
ہست امیدم کہ گر کند از لطف یک توجہ بحالِ این غمگین

یابد از جملہ مشکلات و غموم خاطر این حزین ہمہ تسکین
ہر کہ آمد بر آستانۂ او روئے خود را بیافت نور آگین

در دولت سرائے صومعۂ او قبلہ حاجت قلوب حزین
دید چون پائیگاہ و مرتبہ اش، بس بایں جاہ و حشمت و تمکین

بہر خدمت بہ پیش او بنہاد آسمان بندہ وار سر بزمین
نظم من گرہست بمقدار خالی از لفظ و معنی رنگین

لیک چون در قبول او افتد، شود آنگاہ رشکِ سلکِ دُرین
صلۂ این نظم خویش ہیچ مخواہ اے غلام غلام محی الدین [۱]

جز نگاہے کہ کیمیا اثر است زآن شہ مہربان و خلق آئین
ختم کن این قصیدہ را بہ دعاء آنچنان کز فرشتگان آمین

مستفیض از فیوض او باشند تا دم صور ساکنانِ زمین
بر سرِ طالبانِ خود ظلش بسط اللہ تا بہ یوم الدین

---

[۱] اینجا حفظ مراتب نگہداشتہ کہ غلام محی الدین اسم والد ماجد آنحضرت است۔

حضرت خواجہ صاحبزادہ

حافظ عبد الرسول صاحب قصوری رح

پیدائش اور ابتدائی حالات !

حضرت مقبولِ بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خواجہ حافظ شاہ عبد الرسول علیہ الرحمۃ قدس سرہٗ قصوری حضوری کی ولادت مبارک کا سنِ سعید ۱۲۳۵ ہجری ہے۔ پیدائش آپ کی بھی قصور میں ہوئی۔ تمام معلومہ ذرائع اس پر متفق ہیں کہ آپ کی پیدائش آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محی الدین قصوری رح کی مشہور زمانہ تصنیف "تحفہ رسولیہ" کی اشاعت کے ایک سال بعد ہوئی۔

حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری رح نے اپنے کشف اور روحانی قوت کی بدولت آپ کی پیدائش، نام، کنیت اور معمولاتِ زندگی، یہاں تک کہ سالِ وفات تک اپنی مشہور تصنیف مذکورہ میں ایک طویل اور نہایت مرصع نظم کی صورت میں لکھ دیا تھا۔

یہاں پوری نظم قارئین کی دلچسپی کے لیے درج کی جاتی ہے۔ اس سے آپ کی سخن گوئی اور قادر الکلامی کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نظم حسب ذیل ہے ؎

اے کہ ہنوزی تو بکتمِ عدم — زود بہ گلزارِ جہاں نہ قدم

منتظر تست دل و جانِ من — مثل گہر جلوہ کن از کانِ من

راحت دل نور دو چشم منی — آب زن آتش چشم منی

سوختم از آتش مہجوریت — تا بہ کجا عرصۂ مستوریت

چند بکتاب عدم جائے گیر — رخصت ہستی ز معلّم بگیر

شاد دلی دہ ز وجودت مرا — وار نہ محروم ز جودت مرا

بہ کہ نہم نام تو عبد الرسول — یاد بہ درگاہِ رسولت قبول

کنیت تو بہ کہ بود بو سعید ! — عمر تو باید کہ بود بر مزید

باد ز حق خوش لقبت فخر دیں — باد بہ ہر کار خدایت معین

می دہمت از دل خود چند پند — چونکہ شوی ہست بداں کاربند

ہست یقیں گر تو بکارش بری — در دو جہاں یافتہ باشی بری

شکر خدا کن بوجود آمدی — رستہ ز غیبت بہ شہود آمدی

از نسلِ آدم خاکی شدی — در خود صد گونہ پاکی شدی

گشتہ و یافتہ فضل کل — امت مرحومہ خیر الرسل

جملہ اعضاء تو سالم صحیح — ساکت و ناطق بہ زبان فصیح

ہوش بدل طبع سلیم الحواس — مدرک اسرار بعقل و قیاس

حاجت به مسجد نه بیا زار داد — سبحه بکف داد نه زنار داد
شکر چنین منعم فیاض کن — از ره کفران وی اعراض کن
شکر چه باشد همه بودن در آ — خانه اخلاص ازین در در آ
باز چون این منعم دائم عطا — گاه فرستند به تو اندک بلا
جزع مکن فزع مشو دل ملول — شاد و بلا را چو عطا کن قبول
صبر کن و ده بقضائش رضا — تا شوی از زمره اهل صفا
صبر بود و واقع دار الحرج — صبر بود فاتحه دار الفرج
باش پی پاس شریعت مدام — کار تو گردد ز شریعت مدام
یافتن راه طریقت از واست — تا فتن نور حقیقت از واست
هر که نه از اہل شریعت بود — دان به یقین کاہل خدیعت بود
ہر که به سال از تو فزون باشد آن — مرد پدر زن تو چو مادر بدان
وانکه به سال است برابر ترا — دان تو چو ہمشیره برادر ورا
وانکه به سال است ز تو خرد تر — دختر و فرزند خود او را شمر
دیده مکن جانب نامحرمان — بد نظری تیر سم آلوده دان
بند سراویل مسلسل بکن — جز که به منکوحه خود حل مکن
بند سراویل عفیفان بقیس — از پے درد است دوائے ختیس
دوستی اہل دلان پیشه کن — بر سر نا اہل جہان تیشه کن
ہر که به تو گشت محبت اساس — جانی و مالی و زبانی شناس
با ہمه وفق دلش کار کن — جود کن و لطف کن ایثار کن

صحبت او باشش مکن زنہار ۔۔۔ زانکہ بود صحبت ایشاں چو مار

صحبت یاراں بد از مار بد ۔۔۔ مار بہ تن یار بہ ایماں زند

صحبت نیکاں طلب اے ہوشمند ۔۔۔ تا شوی از صحبت شاں سربلند

صحبت بسیار بہ کودک زناں ۔۔۔ ہست یقیں بیخ خرد اکناں

اہل غنا صحبت شاں ہم مکن ۔۔۔ قامت خود بہر طمع خم مکن

آنکہ نہادست ترا پشت در او ۔۔۔ خم مکن ایں پشت بجز پیش او

نیست کہ او نفع رساند ترا ۔۔۔ کس ندہد تا ندہاند ترا

نفع و ضرر منع و عطا از خداست ۔۔۔ خطرہ اغیار بخاطر خطا است

گر تو کنی آز شوی خاک در ۔۔۔ ترک طمع گیر شوی تاج سر

ہر کہ طمع کرد نہ پُر می شود ۔۔۔ چشم تو تنگ است تہی میرود

بیں کہ طمع حرف سہ دارد تہی ۔۔۔ پس ز طمع چشم پری چوں نہی

بند بہ ہر کار بہ ہمت کمر ۔۔۔ می شود از ہمت تو خاک زر

ہمت عالی بہ کند کارہا ۔۔۔ گل شود از ہمت تو خارہا

پُر شکمی ہر کہ بود ہمتش ۔۔۔ آنچہ بر آید ز شکم قیمتش

عمر جوانی بہ عبادت گذار ۔۔۔ تا کہ بہ پیری نشوی خاکسار

گفت پیمبر ز خدا پاک ما ۔۔۔ رازق ما خالق ارض و سما

زور جوانی چو نہ باشی مرا ۔۔۔ در شب پیریت یوم مر ترا

روئے را نکو یافتہ غرہ مشو ۔۔۔ روئے بجز خوئے نیرزد بجو

خوئے نکو بہ ز بسے مال و گنج — خوئے نیکو را نرسانند رنج!
باش نہ در بند دل آزار کس — شو تو گل جملہ مشو خار کس
چیں ز جبیں دور بر افگندہ بہ — خار بن کینہ ز دل کندہ بہ
باہمہ خوش خوئے خوش آواز باش — کہنہ و افسردہ مشو تازہ باش
طبیعت بسیار فساد آورد — نام نیکویت بباد آورد!
ہر کہ ترا عیب شماری کند — دشمن تو نیست کہ یاری کند
عیب گذارد رہ نیکی پذیر — تا کہ ترا کس نشود عیب گیر
عادت خود پردہ پوشی کنی — تراز نخمائۂ و خموشی کنی
ہر کہ بود ہرزہ سرا پردہ در — آدمیانش ہمہ خوانند خر
حسن و ادب و زر کہ بہتر شوی — بے ادبی پیشہ کنی خر شوی
بزم بزرگاں چوں نشینی خموش — شہود خطا شاں چوں بہ بینی بپوش
نیست ادب پیش بزرگاں سخن — ہر چہ کہ گویند بد انکار کن
باش ز خدام مساجد مدام — خدمت مسجد و بہ جملہ کام
خادم مسجد بپے عہدہ مشو — عہدہ چو خواہی سوئے بتخانہ رو
مسجدئی دل ببرو از یاد غیر — دل چو بغیر ست چہ مسجد چہ دیر
ظاہر و باطن بیکے رنگ باش — زنگ مشو مصقلۂ زنگ باش
وعدہ مکن گر بکنی کن وفا — نقض مواعید بود بس جفا
حق ہمہ اہل حق آور بجا — والدہ و والد و استاد را

مادر مشفق مده ایذائے او — جنت عدن ست تہ پائے او
نیست پدر جز بسرت تاج سر — شاه بجز تاج نہ دارد قدر
عمر تو باید کہ شود صرف علم — اب نکشائی تو بجز حرف علم
علم بود پیر نخستین تو — علم بود روشنی دین تو
علم بود آنکہ عزیزت کند — باخرد و ہوش تمیزت کند
علم چو خواندی بعمل شو گرائے — لیک عمل بہ کہ بود بے ریا
چونکہ عمل شد بریا مزدوج — راست نماند ست شده منعوج
ہست عملہا ریائی خراب — نفع ازاں نیست بساں سراب
مقصد اصلی ست چو باحق حضور — بہ کہ کنی کسب علوم ضرور
علم ضروری چو شده حاصلت — پیر گزیں پیر کند واصلت
صیقل مرآت ضمیرائے سمیر — پیر بود پیر بود بہر پیر
پیر بود مخزن اسرار ہو — پیر بود مطلع انوار ہو
پیر بود راه رسانندۀ — راز نہانی ہمہ دانندۀ
پیر چو شاہیں تو چو مورش بپیر — گیر پرش تا بہ ثریا بپر
لیک گریز آرز پیران زور — زاد بہ گیراں بامید ظہور
مدعیاں اند دریں روزگار — دام نہانندہ برائے شکار
گر بہ وشانند مراقب بسر — موش کشانند بمکر و عذر
صورت انسان بسیرت بلیس — ظاہر شاں مسجد و باطن کنیس

۱

از ہمہ پیران دلت آزاد کن ۔۔۔ قصد سوئے شاہجہاں آباد کن

ہست در آں شہر شہے دل قبول ۔۔۔ فانی فی اللہ و فنا فی الرسول

دیدن او باعث یاد خدا ۔۔۔ نیست دم از یاد خدا او جدا

فیض دہ اہل زمین آسمان ۔۔۔ سری وقت ست جنید زمان

یک نظرش کار جہاں میکند ۔۔۔ خفیہ نہ این کار عیاں میکند

غوث زمین قطب زماں منجلی ۔۔۔ شیخ ہمہ شاہ غلام علی

ہست امید چو رسی در حضور ۔۔۔ زود شوی غرق در امواج نور

در دلم آمد کہ کشائم گرہ ۔۔۔ منع رسیدم کہ سخن کوتہ بہ

سایہ اش از فرق جہاں کم مباد
باد بقا تا دم یوم التناد

آپ کے والد ماجد اپنے دور کے نامور عالم اور صاحب کرامت بزرگ ا
صوفی تھے۔ اس لیے حصولِ تعلیم کے لیے سنِ شعور کو پہنچنے پر زانوئے تلمذ والدِ ماج
کے سامنے ہی طے کیے۔

حفظِ قرآن اور تجوید و قرأت کے فن کے علاوہ دیگر علومِ ظاہری جن میں
فقہ، شرح، حدیث، منطق، فلسفہ، شعر و ادب، معقولات و منقولات، صرف
و گرائمر وغیرہ شامل ہیں والد ماجد سے ہی حاصل کیے۔ اس کے ساتھ ساتھ سلوک کی
منزلیں بھی انہی کی ہدایت اور نگرانی میں طے کیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ میں
خلافت اور اجازتِ بیعت بھی والدِ مکرم سے حاصل کی۔

تحقیقِ چشتی کے مصنف مولوی نور احمد چشتی کے دوست ہم عصر اور مشہ
مورخ مفتی غلام سرور مصنف خزینۃ الاصفیا کو آپ سے ملاقات کا شرف
حاصل تھا۔

مفتی غلام سرور اپنی کتاب حدیقۃ الاولیا میں رقم طراز ہیں کہ

"حضرت شاہ عبدالرسول قصوری عالم اعلم
فاضلِ افضل، کاملِ اکمل، جامع شرافت و
نجابت۔ ہادی شریعت و طریقت،
حقیقت و معرفت تھے۔ ان کی زیارت
سے خدا یاد آتا تھا۔ وعظ میں اثر تھا۔
دورانِ وعظ آنکھیں اشک بار
ہو جاتی تھیں۔"

سلوک مجددیہ آپ نے حضرت قبلہ گاہی سے طے فرمایا تھا۔ قبلہ والد صاحب نے آپ کے ذمے درس علوم دین و تعلیم، حفظِ قرآن اور توجہ مریدین کا کام سونپا تھا۔ آپ خاص و عام کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ ہمیشہ کسرِ نفسی آپ پر غالب رہی۔ حلقے میں شامل ہونا، اور سفر کرنا آپ کے لیے دشوار تھا۔

"تمام ظاہری و باطنی اشیاءً سے بے نیاز تھے۔

کسی نواب صاحب نے آپ کے پاس نذر کے طور پر ایک بھینس بھیجی۔ لیکن آپ نے قبول نہ کی اور واپس لوٹا دی۔ جب اہلِ خانہ کو معلوم ہوا تو ناراض ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے نواب صاحب کو رقعہ لکھا اور گھر والوں کی ناراضی کی اطلاع دی۔

رقعہ یہ تھا:

"گاؤمیش رسیدہ، دل ریش گردیدہ، از
ماندنش دل تنگی و از راندنش خانہ جنگی۔
(بھینس تو آئی مگر دل پر چوٹ لائی۔ رکھنے
سے دل کو تنگی اور واپس کرنے سے خانہ جنگی)
ایں بلائے عظیم است و خدائے کریم است۔"

نواب صاحب نے رقعہ مبارک پڑھا اور بھینس دو نوکروں کے ساتھ خدمتِ عالیہ میں واپس بھیجی۔

جو شخص آپ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوتا آپ اس پر خفا ہوتے اور منع فرماتے۔

طبقہ امراء میں سے جو آپ کی محبت کا دم بھرتے تھے ان میں سے جو ملاقات کے لیے آتا آپ روپوش ہو جاتے۔ اگر اتفاقاً کوئی پاس آ بیٹھتا تو بہت کم نشست رکھتے۔ اس

کے خلافِ طبع گفت گو فرماتے تاکہ وہ اٹھ جائے۔

درویشوں اور خدادوست انسانوں کی خدمت کا بے حد شوق تھا۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی مشہور تصنیف حدیقۃ الاولیاء کے صفحہ نمبر ، پر آپ کے اوصافِ حمیدہ پر روشنی ڈالی ہے انہوں نے آپ سے ملاقات بھی کی۔ حضرت خواجہ سید حافظ محمد شاہ صاحبؒ جو آپ کی صاحبزادی کی اولاد میں سے تھے، انہوں نے بھی آپ کے اوصافِ حمیدہ بیان فرمائے ہیں۔

آپ سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ مریدین کو بھی اس کی سخت تاکید فرماتے اور حکم دیتے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ

"سنتِ نبویؐ پر پوری طرح عمل کیے بغیر
کوئی شخص کامل نہیں ہو سکتا۔"

ہر لحظہ آپ کو سنتِ نبویؐ پر پوری طرح عمل پیرا رہنے کا خیال رہتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے چھ ماہ کے لیے بکریوں کا ریوڑ بھی چرایا، تاکہ گلہ بانی جو سنت رسول اللہؐ ہے وہ بھی پوری کی جائے۔

باقی زندگی کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔

عادات وخصائل !

اپنے والدِ محترم کی حیاتِ اقدس میں نہایت نازک و لطیف طبع رکھتے تھے نہایت مہذب الاخلاق تھے گویا تمام اوصافِ حمیدہ آپ کی ذات میں جمع ہو گئے تھے۔ آپ جود و سخا کا گویا ایک منبع تھے کسی کی معمولی تکلیف برداشت نہ ہوتی۔ دوسروں کی حاجت اور ضرورت کو ہمیشہ اپنی حاجت اور ضرورت پر مقدم رکھتے تھے یہاں تک کہ موسم سرما کی راتوں میں اگر مہمان آتے اور ان کے پاس رات بسر کرنے کا سامان نہ ہوتا تو آپ اپنا بستر اور لحاف تک مہمانوں کو دے دیا کرتے تھے۔

سخاوت کا طریقہ ہمیشہ یہ تھا کہ اسے طشت از بام نہ ہونے دیتے تھے۔ اور نہ خود ظاہر کرتے تھے۔ بلکہ یہ معاملات اخفا میں رہتے۔

فرماتے تھے کہ

"سخاوت دونوں طریقوں سے (ظاہر اور باطن) کرنے کا حکم ہے لیکن ابنِ آدم سے اس امر کا خدشہ ہے کہ ظاہری سخاوت سے نفسِ انسانی فخر و تکبر اور نمود و نمائش میں پھنس جائے اور اس طرح جو چیز محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہے اس میں ذاتی نمود کی خواہش شامل ہو جائے تو یہ سخاوت اجر کی بجائے ذریعہ عذاب بن جائے گی۔"

بستانِ معرفت کا مصنف آپ کی سخاوت کا ایک واقعہ یوں درج کرتا ہے کہ کہ حضرت خواجہ حضوری رح دائم الحضوری کا سالانہ عرس قریب آ گیا۔ نقد و جنس کی صورت میں کوئی چیز عرس کے اخراجات کی کفالت کے لیے موجود نہ تھی۔ صرف ایک لنگی تھی۔

حاجی امام بخش کو یہ لنگی دی اور اسے لاہور سے فروخت کر آؤ تاکہ عرس مبارک کے اخراجات کے لیے کچھ رقم مل جائے۔ انھوں نے تعمیل ارشاد کی۔ لاہور پہنچے، لنگی فروخت کی۔ دو تین دن کے بعد حاضرِ خدمت ہوئے۔ صبح کا وقت تھا اور آپ نمازِ فجر سے فارغ ہونے کے بعد ابھی مصلّٰی پر ہی تشریف رکھتے تھے اور ایک سفید ریش بزرگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے حاجی امام بخش کو دیکھا تو فرمایا کہ

"حاجی امام بخش جو کچھ تم لائے ہو، اِن شاہ صاحب کی نذر کر دو۔"

حاجی امام بخش نے چار انگلیوں کا اشارہ کیا یعنی انہیں چار روپے دے دیئے جائیں؟

لیکن آپ نے فرمایا کہ

"ہر چہ آوردہ جملہ بدہ۔"

یعنی جو کچھ تم لائے ہو سب کا سب دے دو۔

اس مرتبہ حاجی صاحب نے دس انگلیوں کا اشارہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ آیا دس روپے دے دیئے جائیں؟

اس پر آپ جلال میں آ گئے اور فرمایا کہ

"ہر چہ آوردہ جملہ نذر ایں شاہ صاحب بخفیہ طور کن۔"

یعنی جو کچھ بھی تم لائے ہو سب کا سب خفیہ طور پر اِن شاہ صاحب کی نذر کر دو۔

پھر آپ اس سائل سے مخاطب ہوئے اور فرمایا

" شاہ صاحب ! یہ حاجی امام بخش صاحب بڑے صالح اور نیک آدمی ہیں۔ یہ کچھ نذر کرتے ہیں آپ اسے شرفِ قبولیت بخشئے "!

اور پھر حاجی امام بخش جو کچھ لائے تھے شاہ صاحب کی نذر کر دیا گیا۔

جب سائل چلا گیا تو حاجی صاحب نے قدم بوسی کی اجازت چاہی اور عرض کیا کہ شاید عرس مبارک کے اخراجات کا خیال حضور کے دل سے محو ہو گیا تھا اس لیے میں نے دو مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ سائل کو کس قدر دیا جائے۔

آپ نے فرمایا۔

" حاجی صاحب ! عرس کا خیال دل سے محو تو نہیں ہوا تھا۔ دراصل اس بزرگ صورت شخص نے اپنی لڑکیوں کے اخراجات کے لیے ہم سے کچھ مدد طلب کی تھی اور اپنی تنگدستی اور مصیبت کا ذکر کیا تھا۔ اس سائل کی ضرورت کو پورا کرنا عرس پر خرچ کرنے کی نسبت اجرِ آخرت میں زیادہ افضل تھا لہذا ساری رقم اس شخص کو دینے کے لیے کہہ دیا تھا۔ عرس کے اخراجات کے لیے خداوند کریم اپنے فضلِ عمیم سے کوئی اور ذریعہ پیدا فرما دے گا۔"

آپ کے دروازے سے کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ نہ جاتا تھا بلکہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر سائل کو دیتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک مجمع عام میں ایک سائل نے آپ سے کچھ طلب کیا۔ فرمانے لگے کہ

" بھائی ! ہم تو فقیر لوگ ہیں کسی غنی سے سوال کرو۔"

جب سائل مایوس ہوکر لوٹنے لگا تو آپ نے منشی کو اشارہ کیا کہ سائل کو کچھ دیں۔ منشی صاحب نے سائل کو خفیہ طور پر کچھ نقدی دی۔

اور آپ نے فرمایا کہ

"زود برو، زود برو!"

یعنی جلدی جلدی جاؤ۔

حضرت مولانا مفتی غلام دستگیر میانوالی والے بھی موجود تھے۔ انہوں نے جاننا چاہا کہ حضرت نے سائل کو کیا دلوایا ہے چنانچہ وہ خود سائل سے ملے تو سائل نے بتایا کہ حضرت نے بیس روپے دلوائے تھے۔

❊

نقل ہے کہ جب آپ نے اپنی دخترِ نیک اختر کا عقد حضرت سید غلام حسین شاہ صاحب سے کیا تو بے شمار سائل بھی اس تقریب پر آموجود ہوئے۔ ان میں طوائفوں کا گروہ بھی شامل تھا، وہ بھی سائلہ بن کر آئی تھیں۔ آپ نے انہیں بھی نقدی دلوائی۔ لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہ آپ نے رنڈیوں کو خیرات کیوں دی۔

فرمایا کہ وہ بھی خدا کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی تو انہیں رزق عطا فرماتا ہے، اور پھر اس وقت تو وہ سائل کی حیثیت سے آئی تھیں لہذا ان کی ضرورت پوری کرنا اور ان سے نرمی کے ساتھ پیش آنا میرا فرض تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں ارشاد فرماتا ہے کہ

"وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ"

مہمان نوازی !

حضرت خواجہ حافظ عبدالرسول انتہائی درجے کے مہمان نواز تھے کہ یہ سُنّتِ رسولؐ ہے۔ مہمان کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اور کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس مہمان کی حیثیت سے آیا۔ وہ حُقّہ نوشی کا سخت عادی تھا لیکن اس مردِ درویش کے سامنے احترام و عقیدت مانع تھے کہ وہ حقّہ نوشی اور اس کی حاجت کا ذکر آپ سے کرتا۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد جب حسبِ عادت اسے حقّہ نہ ملا تو اس کے پیٹ میں درد ہونے لگا اس کے باوجود اس نے حقّہ طلبی کا ذکر نہ کیا۔ وہ مارے درد کے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔

جب آپ نے دیکھا تو فوراً کشف سے معلوم کر لیا کہ اسے حقّہ کی ضرورت ہے ان دنوں حقہ نوشی کا رواج عام نہ تھا۔ خال خال لوگ اس سے شغف رکھتے تھے خانہ بدوشوں کے گروہ شہر سے باہر اترے ہوئے تھے اور یہ تمام لوگ حقہ نوشی کے عادی تھے۔ آپ فوراً ان کے پاس گئے اور اپنا مدّعا بیان کیا۔

وہ لوگ آپ کو اپنے درمیان موجود پا کر حیران و ششدر رہ گئے تھے اور ان کی خوشی و مسرّت کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے نہایت عاجزی اور ادب و احترام سے عرض کیا کہ حضور آپ تشریف لے چلیئے میں ابھی حقّہ تیار کر کے حاضر ہوتا ہوں۔

فرمایا۔ وہ میرا مہمان ہے میں خود لے کر جاؤں گا۔

اس نے عرض کیا کہ حضرت ! یہ ناپاک چیز ہے آپ اسے ہاتھ نہ لگائیں۔

فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔

پھر حقّہ تیار کروایا اور ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر حقّہ پکڑا، اور مہمان خانہ میں تشریف لے آئے۔ آہستہ سے دروازہ کھولا اور مہمان کی چارپائی کے قریب جا کر حقّہ رکھ دیا پھر خود باہر نکل آئے۔

مہمان نے درد کے مارے کروٹ بدلی تو حقّہ دیکھ کر سخت متعجّب ہوا۔ پھر اٹھ کر حقّہ نوشی میں لگ گیا۔ جب اس کی تسلّی ہو گئی، درد جاتا رہا تو وہ سو گیا۔

حضور پھر دبے پاؤں اندر تشریف لائے، حقّہ اٹھایا اور اسی خانہ بدوش کو واپس کر آئے۔

صبح مہمان حاضرِ خدمت ہوا تو آپ نے اس سے اس کا تذکرہ اشارۃً بھی نہ کیا تاکہ وہ شرمندہ نہ ہو۔ اور نہ ہی مہمان نے اس واقعہ کا ذکر کیا۔



موری دروازہ قصور کے اندر ایک پٹھان کی دکان تھی۔ شہر کے اکثر بھنگ نوش اس کے پاس جمع ہوتے اور بھنگ کا دور چلتا تھا۔ ایک دن یہ لوگ بھنگ گھوٹ کر اسے چھان کر پینے کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ اتفاقاً حضرت خواجہ ثانی جو کہ درویشوں کے ہمراہ آستانہ عالیہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے ادھر سے گزرے، بھنگ نوشوں نے آپ کو دیکھا تو ادھر ادھر دوڑے کہ کہیں چھپ جائیں۔ اس بھگدڑ میں بھنگ کا برتن اُلٹ گیا۔

آپ نے سب کچھ دیکھا اور چند قدم آگے جا کر اپنے منشی حکیم خدا بخش سے فرمایا کہ ہماری وجہ سے ان لوگوں کا نقصان ہوا ہے لہذا انہیں چار آنے کے

پیسے دے آؤ۔ کہ یہ نیا برتن خرید لیں۔

لوگ متعجب ہوئے اور پوچھا کہ کیا آپ حرام چیز میں بھی ان کی مدد کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں بھی اسے حرام سمجھتا ہوں لیکن ان لوگوں نے جو محنت کی تھی وہ محض میری وجہ سے رائگاں گئی ہے یہ چار آنے ان کی محنت کا معاوضہ ہے نہ کہ بھنگ کی قیمت۔

انکسارِ طبع!

طبیعت فخر و مباہات سے بالکل پاک تھی۔ انتہائی منکسر المزاج تھے۔ اپنی موجودگی یا عدم موجودگی میں اپنی تعریف و ستائش کو نہ صرف ناپسند فرماتے، بلکہ اس پر اظہارِ ناراضی کرتے۔

ایک مرتبہ مریدین نے آپس میں آپ کے روحانی مقام کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ قطبِ وقت ہیں۔

یہ بات کسی ذریعے سے آپ تک بھی پہنچ گئی۔ آپ نہایت خفا ہوئے اور اس مرید سے فرمایا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔

حصولِ تعلیم کے لیے دور دراز سے طلبا آپ کے حلقہ درس میں آتے تھے اور فیض یاب ہوتے تھے۔ علم و فضل میں آپ کو زبردست مقام حاصل تھا۔ لیکن آپ نے کبھی یہ پسند نہیں فرمایا کہ شاگرد یا دوسرے لوگ آپ کی علمیت اور قابلیت کا ڈھنڈورہ پیٹیں۔ حلقہ درس میں آپ کبھی کتاب ہاتھ میں نہ لیتے تھے۔ بلکہ شاگرد کتاب پڑھتا تھا اور آپ کمال طریقے سے مشکل

سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں گھر کے لیے کچھ نہیں رکھتے۔ کم از کم کوئی ایسا سہارا تو ہونا چاہیے کہ وقت پڑنے پر کام آئے۔ شاہ صاحب ان خیالات میں گھرے ہوئے تھے اور خواجہ حافظ عبدالرسولؒ نے بذریعہ کشف ان کے دل کی کیفیت معلوم کر لی اور ایک درویش کو بھیجا کہ شاہ صاحب کو بلا لائے۔

درویش جب آپ کا پیغام لے کر شاہ صاحب کے پاس پہنچا تو وہ سمجھ گئے کہ دل کا اندیشہ حضرت خواجہ صاحب پر ظاہر ہو گیا ہے۔ ڈرتے ڈرتے تشریف لائے آپ نے فرمایا:

"شاہ صاحب! کیا دنیا کی بہت خواہش ہے؟ فرمائیے آپ کو کتنی دولت درکار ہے؟"

شاہ صاحب کے دل پر اس ارشاد کا بڑا گہرا اثر ہوا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے۔ اب زبان کھولنے کا کسے یارا تھا۔ یہ خاموشی دیکھ کر آپ نے مزید فرمایا:

"اگر آپ ہمارے نقشِ قدم پر چلتے رہیں گے تو دنیا کی کسی چیز کی کمی آپ کو کبھی محسوس نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مقاصد میں کامیاب کرے گا اور تمام حاجتیں پوری ہوتی رہیں گی۔"

حضرت سید غلام حسین شاہ صاحب نے جب آپ کے ارشادات سنے تو آپ کی کیفیت ہی بدل گئی۔ اور تمام اندیشہ ہائے دُور دراز دل سے نکال ...ھ
ساحب کے ذمے تھا۔ ہمیشہ کے لیے صرف توکل علی اللہ کو اپنا لیا۔

...پیوں سے اپنے کپڑے خریدوں گا۔

آپ کا معمول تھا کہ آپ چھ ماہ ایک بقال سے ادھار لیتے تھے اور چھ ماہ کے بعد اس کا حساب چکا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ اتفاق یہ ہوا کہ آپ اس کا حساب نہ چکا سکے۔ وہ ہر روز آتا اور یاددہانی کرا کے واپس چلا جاتا۔ خادم حافظ محمد خاں گوش گزار کر دیتے تھے آپ فرماتے کہ اللہ مسبب الاسباب ہے جلد کوئی انتظام کر دے گا۔

آخر بقال نے حافظ صاحب کو زیادہ تنگ کیا۔ اس نے حضرت خواجہ ثانی رح کی خدمت میں جلد ادائیگی کے لیے عرض کی۔

آپ نے فرمایا کہ اچھا درویشوں سے کہو کہ خانقاہ کی زیارت کو چلے جائیں اور تم مسجد کا دروازہ بند کر کے میرے پاس آجاؤ۔

حافظ صاحب نے درویشوں کو آستانہ کی زیارت کے لیے بھیج دیا اور خود مسجد کا دروازہ بند کر کے حاضر خدمت ہوئے۔

آپ اس وقت کتب خانہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب ان کتابوں کو یہاں پڑے پڑے بہت عرصہ گزر گیا ہے گرد و غبار سے اٹی پڑی ہیں، کیا خیال ہے کہ انہیں صاف کر کے نہ رکھ دیں۔

حافظ صاحب نے کہا، حضور رح کا خیال مبارک درست ہے، ان کی صفائی ضروری ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ آؤ اوپر چڑھ کر کتابیں مجھے پکڑاتے جاؤ۔

[illegible] حب اوپر چڑھ گئے اور کتابیں نیچے پکڑاتے گئے۔ جب کتابیں ختم ہو گئیں علمیت اور قابلیت کا د

میں نہ لیتے تھے۔ بلکہ شاگرد کتاب پر سے پڑی ہوئی جھاڑو نا کر حافظ صاحب کو دی اور خود

کتا تو ساتھ ہی روپے گرنا شروع ہوئے۔

حافظ صاحب کا ہاتھ تیزی سے چلنے لگا۔ روپے مینہ کی طرح برسنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے خوش طبعی سے فرمایا:

"حافظ صاحب!

تم نے روپے چھپا رکھے تھے، اگر پہلے ہی
نکال دیتے تو کیا تھا! دولت جمع کر کے
نہیں رکھنی چاہیے، اچھا اب بس کرو۔"

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ روپے گرنا بند ہو گئے۔

حافظ صاحب نے اب روپے سمیٹنا شروع کیے اور ساتھ ہی ساتھ عرض کرتے جاتے تھے:

"یا حضرت! ایک مرتبہ اور....."

آپ نے فرمایا کہ کیا ابھی کسر باقی رہ گئی ہے؟"

یہ سنتے ہی حافظ صاحب دوبارہ کارنس پر چڑھ گئے اور جھاڑ دو پھیرنے لگے اور روپے پھر گرنے لگے۔

آخر کار آپ نے حافظ صاحب کو روکا، روپوں کو ایک جگہ جمع کیا، دکاندار کا حساب چکایا۔ باقی رقم سے درویشوں کے لیے کپڑے اور دوسرا سامان خریدا۔ عام لنگر کے لیے حصہ الگ نکالا۔ دو گھڑے روپوں سے بھر کر سائلوں کے لیے رکھ دیئے۔ سائل آنے لگے۔ آپ براہ راست سائلوں کو کچھ نہ دیتے تھے، بلکہ یہ کام حافظ صاحب کے ذمے تھا۔

آخر میں صرف پانچ روپے باقی بچے۔

حافظ صاحب نے سوچا کہ صبح ان روپوں سے اپنے کپڑے خریدوں گا۔

آدھی رات کا وقت تھا کہ ایک سائل خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے حافظ صاحب کو آواز دی۔

حافظ صاحب سمجھ گئے کہ کوئی سائل آیا ہے۔ وہ دم سادھے پڑے رہے کہ اگر جواب دیا تو یہ پانچ روپے بھی گئے ہاتھ سے۔

آپ نے پھر آواز دی۔

"حافظ صاحب باہر نکلو!"

ناچار حافظ صاحب کو باہر آنا پڑا۔

آپ نے فرمایا:

"جو کچھ پاس ہے اس سائل کو دے دو۔"

حافظ صاحب نے آخری پانچ روپے بھی سائل کی نذر کر دیئے۔

پھر فرمایا:

"حافظ صاحب! خدا کارساز ہے۔ تمہارے کپڑے بھی بن جائیں گے۔"

اگلے روز ایک شخص آیا اور حافظ صاحب کے کپڑے بنوا کر دے گیا۔

❖

للّہ شریف میں پانی کی قلّت تھی۔ لوگ تالابوں کا پانی استعمال کرتے تھے۔ بارش نہ ہوتی تو لوگ پیاس سے بے تاب ہو جاتے تھے۔ حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رح کے والد حضرت قاضی غلام حسین صاحب رح ایک کنواں کھدوانا چاہتے تھے لیکن اس سب جگہ کا پانی کڑوا تھا۔ حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رح حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری رح کی وفات کے بعد قصور شریف میں آپ کے مزار پُرانوار پر معتکف تھے۔ قاضی غلام حسین صاحب رح نے انہیں پیغام بھجوایا کہ

وہ اعتکاف کے دوران حضرت خواجہ قصوریؒ سے پوچھیں کہ ہم کنواں کھدوانے کا ارادہ رکھتے ہیں، کیا حکم ہے۔ پانی میٹھا آئے گا یا نہیں؟

حضرت مولانا غلام نبی للّٰہیؒ نے اپنے خلیفہ اجل اور صاحبِ کشف حافظ فضل محمدؒ صاحب سے کہا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ سے عرض کریں۔

انہوں نے تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور پھر کہا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ پانی شیریں آئے گا۔

لاہور میں ذیلداروں کے خاندان کا ایک شخص میاں امام الدین آپ کے مخلص مریدوں میں سے تھا۔ ایک مرتبہ آپ اس کے پاس لاہور تشریف لے گئے جب اچھرہ کے قریب پہنچے تو اس مسجد میں سے جہاں آجکل دارالعلوم فتحیہ ہے گزرتے ہوئے آپ نے دیکھا کہ مسجد میں سے ایک کتیا اپنے بچوں سمیت باہر نکل رہی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ کو بے حد تکلیف ہوئی کہ خانہ خدا کے متعلق لوگ اس قدر بے پرواہ ہیں۔ واپسی پر جب پھر اسی راستے سے گزر ہوا تو فرمایا کہ مجھے اس جگہ نور نظر آتا ہے یہاں خدا کا نور برسے گا آپ کی یہ بشارت سچ ثابت ہوئی۔

میاں امام الدین کا ایک صاحبزادہ حافظ فتح محمد صاحب مرحوم نے اس مسجد میں اپنے نام پر دارالعلوم فتحیہ جاری کیا۔ اور یہ درس آج بھی جاری ہے۔ حافظ صاحب کی بصارت نہ تھی لیکن صاحب کشف بزرگ تھے اور بڑی ادق کتابیں طلبا کو پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کو تمام مروّجہ علوم پر پوری دسترس حاصل تھی اور اس وقت کے مشائخ عظام جن میں میاں شیر محمد شرقپوری، حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ توکلی جو کہ حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی کے خاص خلفا میں سے تھے۔ آپ کے پاس فیضانِ نظر کے لیے حاضر ہوتے تھے حضرت حافظ فتح محمد صاحب مرحوم کو جو کچھ حاصل ہوا۔ وہ حضرت خواجہ ثانی صاحبزادہ سید عبدالرسول کے فیضانِ نظر کا نتیجہ تھا۔

⁂

مولوی غلام علی امرتسری آپ کے بہنوئی بھی تھے اور شاگرد بھی۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے اور علاج کے لیے امرتسر گئے۔ اس دَور میں وہاں غزنوی کے علما کا دَور دَورہ تھا۔ وہاں انہوں نے ان علمائے کے اثر کے تحت اپنا عقیدہ بدل دیا۔ واپسی پر قصور تشریف

لائے تو رنگ ہی بدلا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ ثانیؒ کے خوف اور ڈر سے اپنے عقیدے کا برملا اظہار نہیں کرتے تھے لیکن اندرونِ خانہ انھوں نے اپنے عقیدے کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کر دیا تھا۔

یہ خبر آپ کے کانوں تک بھی پہنچی۔ آپ کو سخت رنج ہوا۔ آپ کی ناراضی کے سبب وہ قصور میں نہیں رہ سکتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے مستقل رہائش امرتسر میں اختیار کی اور دوسری شادی کر لی۔

اتفاقاً ایک روز حضرت خواجہ حافظ عبد الرسولؒ کسی کام کی غرض سے قصور سے باہر کہیں تشریف لے گئے۔ قصور میں مولوی غلام علی کے ہم عقیدہ لوگوں نے انہیں پیغام بھیجا کہ قصور تشریف لائیے، حضرت خواجہ ثانی موجود نہیں ان کی عدم موجودگی میں شہر کی جامع مسجد میں ایک تقریر ہو جائے۔

مولوی صاحب فوراً قصور پہنچے دریں اثنا حضرت خواجہ ثانیؒ بھی قصور تشریف لے آئے تھے لیکن لوگوں کو آپ کی واپسی کا علم نہ تھا۔ مولوی غلام علی کی آمد اور وعظ کے متعلق منادی ہو چکی تھی۔ وہ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پہ بیٹھ کر خطبہ پڑھنے ہی والے تھے کہ حضرت خواجہ ثانی مسجد میں پہنچ گئے۔ اور فرمایا کہ

"لوگو! یہ بتاؤ کہ یہ شخص کس کی اجازت سے یہاں آیا ہے؟"

آپ اس وقت نہایت جلال میں تھے۔ مجلس کا رنگ ہی بدل گیا۔ اور مولوی غلام علی صاحب منبر سے نیچے اتر آئے اور بلانے والوں کی نیت پر شک کرتے ہوئے انہیں برا بھلا کہا اور یہ بھی کہنے لگے کہ اب میں انشاء اللہ قصور آؤں گا جب عبد الرسول فوت ہو جائے گا۔

یہ بات جب آپ کے کانوں تک پہنچی تو فرمایا کہ ہمارا ایک پیغام بھی اس تک پہنچادو کہ بے شک فقیر تمہاری زندگی میں ہی اس دنیا سے رحلت کر جائے گا لیکن، یاد رکھنا کہ جس وقت تو سنے گا کہ عبدالرسول مرگیا ہے تو تیرے ہاتھ پاؤں جس جگہ ہوں گے وہیں جُڑ جائیں گے اور ان میں حرکت کی سکت باقی نہیں رہے گی اور تم میں چلنے پھرنے کی جو طاقت ہے وہ سلب کر لی جائے گی۔

چنانچہ جن دنوں حضرت خواجہ ثانی حافظ عبدالرسول رح کا انتقال ہوا، ان دنوں قصور کی کئی عورتیں شادی بیاہ کا سامان خریدنے امرتسر گئی ہوئی تھیں۔ مولوی غلام علی چونکہ قصور میں رہ چکے تھے اس لیے ان سے جان پہچان کے سبب یہ عورتیں انہیں کے یہاں ٹھہری ہوئی تھیں۔ دریں اثنا مولوی صاحب کا لڑکا ایک تار لیے ہوئے آیا اور مولوی صاحب کو بتایا کہ

" ابا جان! مبارک ہو! قصور میں آپ کا دشمن اور بدعتی عبدالرسول مرگیا ہے"۔

یہ پیغام قصور سے مولوی صاحب کے حواریوں نے بھیجا تھا۔ ان عورتوں نے سنا تو انہیں صدمہ ہوا۔ اور رونے لگیں لیکن مولوی صاحب کے گھر میں خوشی و مسرت کا سماں پیدا ہوگیا اور وہ قصور جانے کی تیاریاں کرنے لگے اور پگڑی باندھنے کے لیے قدِ آدم آئینے کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ ابھی پگڑی کا ایک دو پیچ ہی باندھا تھا کہ جہاں ہاتھ تھے وہیں کے وہیں رہ گئے۔ پاؤں اور ہاتھوں سے حرکت کی قوت ختم ہوگئی۔ وہ گھر جو حضرت خواجہ ثانی کی وفات کی خبر سن کر نشاط گاہ بنا ہوا تھا لمحہ بھر میں ماتم کدہ بن کر رہ گیا اور آہ و بکا کی آوازیں آنے لگیں اور اس طرح آپ کا فرمان درست ثابت ہوا ہے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

☆

موضع کلچیاں کا سردار لکھا ڈوگر آپ کا مخلص مرید تھا۔ سکھوں کا دورِ حکومت تھا۔ وہ اسے ناحق کسی مقدمے میں ملوّث کرنے کے بعد گرفتار کر کے لے گئے۔ اور اسے سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ سردار لکھا ڈوگر کو کسی طرح حضرت خواجہ ثانی کی طرف پیغام بھیجنے کا موقع مل گیا۔ آپ نے اسے کہلا بھیجا کہ

اڈ بھنبیری ساون آیا

کا ورد کرتا رہے۔

اس نے حسب الارشاد وظیفہ جاری رکھا۔ ساتھیوں نے سنا تو اس کا مذاق اڑایا لیکن چند دنوں کے بعد وہ بری ہو گیا۔

☆

ایک مرتبہ گورداسپور سے چند اشخاص آپ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ جب قصور شریف سے ایک میل دُور رہ گئے تو ایک جگہ سستانے بیٹھے۔ ایک کہنے لگا کہ میں حضرت خواجہ ثانی کو جب ولی تسلیم کروں گا کہ آپ مجھے خاص قسم کی ٹوپی عنایت فرمائیں دوسرا بولا کہ میں جب آپ کو ولایت کا قائل ہوں گا جب آپ مجھے میتھی اور گوشت کا سالن کھلائیں۔ تیسرا بولا اگر آپ میرے دل کا مقصد جان کر پورا کر دیں تو میں آپ کو ولی تسلیم کر لوں گا۔ چوتھا کہنے لگا کہ میں حج کی نیت رکھتا ہوں۔ اگر آپ میری یہ خواہش پوری کر دیں تو میں سمجھوں گا کہ واقعی آپ ولی ہیں۔ آپ کو بذریعہ کشف ان کی آمد کا حال

معلوم ہوا تو ایک خادم کو بھیجا کہ شہر کے باہر جا کر ان چاروں اشخاص سے کہے کہ تم جس کو ملنے آئے ہو وہ تمہیں بلا رہا ہے۔

جب خادم نے جا کر انہیں یہ پیغام دیا تو وہ ششدر رہ گئے۔ اور فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سب سے پہلے آپ نے ٹوپی والے کو اس کی منشا کے مطابق ٹوپی دی۔ پھر کھانے والے کو اس کی خواہش کے مطابق کھانا کھلایا۔ پھر جس نے دل کا مقصد جاننے اور پورا کرنے کی شرط رکھی تھی اس کا مقصد بیان فرمایا اور اسے پورا بھی کر دیا۔ پھر حج کرنے کی خواہش رکھنے والے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ میرے حجرے میں جا کر قبلہ رُو ہو کر بیٹھ جاؤ۔ جو چیز تمہارے سامنے لا کر رکھی جائے کھا لینا لیکن چیز لانے والا نظر نہیں آئے گا اس لیے ڈرنا نہیں اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی حرکت کرنا۔ اس نے آپ کے کہنے پر عمل کیا۔ کھجوریں، ستو اور پانی وغیرہ جو کہ بالعموم عربوں کی غذا ہے اس کے سامنے رکھا گیا۔ اس نے یہ چیزیں کھائیں اور حجرے سے باہر نکل آیا آپ نے پوچھا اب بتاؤ تمہارے دل میں حج کی خواہش ہے؟

اس نے جواب دیا کہ اب نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ حج تیرے نصیب میں نہیں ہے۔ یہ دانہ پانی جو ابھی تو نے حجرے میں کھایا ہے تیرے نصیب میں تھا اور تجھے بلا رہا تھا۔

☆

نواب جلال الدین والئ ریاست ممدوٹ و جلال آباد آپ کا بے حد مخلص مرید اور معتقد تھا اس کے یہاں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اولاد کے

لیے دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے دعا فرمائی اور لڑکے کا نام بھی تجویز کر دیا کہ اس کا نام نظام الدین رکھا جائے۔ لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام نظام الدین رکھا گیا جب اس کی عمر پانچ سال ہوئی۔ تو نواب صاحب پھر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ غلام زادہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم بھی آپ ہی ادا فرمائیں۔

آپ نے نواب صاحب کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور ریاست ممدوٹ تشریف لے گئے۔ نواب صاحب نے شاہانہ انداز میں آپ کا استقبال کیا۔ اور غایت درجہ کی عقیدت مندی کا اظہار کیا۔ آپ نے نواب صاحب کے لڑکے کی رسم بسم اللہ ادا کی۔ اس موقع پر نواب صاحب نے بے شمار نقد اور جنس آپ کی نذر کی۔ اس میں کئی گاؤں اور جاگیریں لنگر کے خرچ کے لیے وقف کر دیں۔ آپ نے بجز ایک گھوڑی چند پارچات اور ایک پونڈ کچھ قبول نہ فرمایا۔

کچھ عرصہ بعد نواب صاحب پھر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ اپنے خدام میں سے ایک خادم ایسا عنایت فرمائیں جو دیانت دار اور مخلص ہو تاکہ میری تمام ریاست کی دیکھ بھال کر سکے۔

آپ نے فرمایا۔ نواب صاحب! ہم آپ کو اپنا انتہائی معتمد خادم دیتے ہیں۔ ہمیں اس پر غایت درجے کا اعتماد ہے اور ہمارے لنگر کا سارا کاروبار اسی کے ہاتھ میں ہے۔

آپ نے اسی وقت مولوی خوشی محمد صاحب کو طلب فرمایا اور نواب صاحب کے سپرد کیا۔ مولوی خوشی محمد صاحب موگھووال ضلع گجرات کے رہنے والے تھے آپ کے والد محترم میاں کریم بخش صاحب کی قبر حضرت خواجہ حافظ عبدالرسول رح کے مزار پر انوار

کے عین قدموں میں ہے۔ میاں صاحب حضور کے عاشقِ صادق غلام تھے۔ وضو اور غسل کی خدمت ان کے سپرد تھی۔

مولوی خوشی محمد صاحب نے آپ ہی سے علمِ دین پڑھا تھا اور آپ کی ذاتِ اقدس سے بیعت کا شرف بھی حاصل تھا۔ وہ بڑے مؤدب دانا اور زمانے کے گرم سرد کو خوب سمجھتے تھے۔ خواجہ ثانیؒ کے ارشاد کے مطابق انہوں نے نواب صاحب کے ساتھ بڑے اچھے دن گزارے۔

مولوی صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ آپ ساری زندگی قصور شریف کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں سوئے اور نہ ہی اپنے سامنے کسی کو ایسا کرنے دیتے تھے۔ حضرت خواجہ ثانی کی جو محبت اور عشق آپ کے دل میں تھا اس کا یہ بڑا اور واضح ثبوت ہے۔ حضرت خواجہ ثانیؒ کے وصال کے بعد آپ کے نواسہ حضرت حافظ سید محمد شاہ صاحب قصوری کی تعلیم و تربیت پر جو کچھ خرچ ہوتا تھا وہ مولوی صاحب مرحوم کی کارکردگی، خدمت گزاری اور حضرت خواجہ ثانی سے عقیدت مندی کے باعث نواب آف ممدوٹ نظام الدین کی طرف سے ہوتا تھا۔ وہ دستاویز اور طلائی سند جس سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے اس وقت بھی اس فقیر کے پاس موجود ہے۔

مولوی صاحب موصوف کی کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی صرف ایک صاحبزادی تھی جن کی اولاد سے اب بھی بفضلِ خدا نسل جاری ہے۔

ایک مرتبہ آپ کو لنگر کے لیے گندم کی ضرورت پڑی۔ قصور کے ایک ہندو سیٹھ کے پاس گندم کا ذخیرہ تھا۔ آپ نے روپے دے کر گندم لینا چاہی لیکن ذخیرہ اندوز سیٹھ نے انکار کر دیا۔ آپ نے سنا تو سیٹھ کے متعلق ناراضی کا کلمہ زبان سے نکل گیا

دوسرے روز قصور میں اس قدر بارش ہوئی کہ اکثر مکانات گر گئے۔ قصور کی اکثر خواتین نے مکانات گرنے کے باعث آپ کے گھر میں پناہ لی۔ آپ مسجد سے گھر تشریف لائے۔ گھر میں اس قدر خواتین کو دیکھا تو فرمایا۔ آج تو اللہ میاں نے تمام رشتہ دار ہمارے گھر میں اکٹھا کر دیئے ہیں۔ جن میں بیٹیاں بھی ہیں بہنیں بھی، مائیں بھی ہیں اور خالائیں بھی!

پھر خادمہ مائی جیواں سے فرمایا کہ ان مہمانوں کے لیے کھانے کا بھی کچھ انتظام ہے؟ اس نے عرض کی۔ یا حضرت! ایک مٹکا آٹے کا اور کچھ دال موجود ہے! آپ نے بسم اللہ کر کے پکانے کا حکم دیا۔ کھانا تیار رہوا، اور لنگر جاری ہوا کھانے والے سیر ہو گئے اور کھانا بدستور موجود تھا۔ یہاں تک کہ بارش ختم گئی۔ تمام مستورات اپنے گھروں کو جانے لگیں تو آپ نے دروازے پر کھڑے ہو کر سب کو حسب مراتب کپڑے دیئے، بارش نے سیٹھ کا مزاج درست کر دیا۔ گندم کا تمام ذخیرہ پانی میں بہہ گیا اور مکانات گر گئے۔

❋

حافظ محمد خاں مرحوم آپ کے خاص عقیدت مندوں میں سے تھے حضرت خواجہ ثانی قصوری کی وفات حسرت آیات کے بعد ان پر ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ایک مقدمہ بن گیا۔ خود حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ

"مجھے اس وقت حضرت خواجہ ثانی کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ مشکل وقت میں اپنے پیر کو مدد کے لیے پکارنا چاہیئے۔

بقول مولانا رومؒ سے

دستِ پیر از غائبانہ کوتاہ نیست
دستِ او جُز قبضہ اللہ نیست

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر پیر کا وصال ہو چکا ہو تو بھی وہ اپنے پکارنے والے کی مدد کرتے ہیں۔

حافظ محمد خاں کہتے ہیں کہ میں نے بھی اس آڑے وقت میں حضرت خواجہ ثانی کو مدد کے لیے پکارا کہ "یا خواجہ! مدد کو پہنچیئے"! جب میں عشاء کی نماز پڑھ کر سو گیا۔ تو آپ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔

"حافظ صاحب! کیا سورہ مزمّل کے پڑھنے کا طریقہ بھول گئے، اٹھو! اور پڑھو!"

حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں فوراً بیدار ہوا۔ آپ کے تعلیم کیے ہوئے طریقے کے مطابق سورہ مزمّل شریف پڑھنے لگا۔ چند راتیں ہی گزری تھیں کہ خواب میں پھر حضور کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب! آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی رہائی ہو جائے گی۔ رہا ہونے کے بعد شہر سے باہر چلے جانا۔ وہاں ایک مجذوبہ ایک گھوڑا لیے کھڑی ہوگی۔ اسے اشارہ سے بلانا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر کو چل پڑنا۔ اپنے شہر پہنچ کر گھوڑے کو شہر سے باہر ہی چھوڑ دینا اور خود گھر چلے جانا

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے صبح اپنے ساتھیوں کو اس بشارت سے آگاہ کیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ہماری رہائی کا پروانہ آ گیا۔ ٹھیک آپ کے حکم کے مطابق ایک عورت گھوڑا لیے کھڑی نظر آئی۔ اس پر سوار ہو کر میں گھر پہنچا اور گھوڑے کو شہر سے باہر ہی چھوڑ دیا!

آپ نے اپنی وفات سے مکمل ایک سال قبل ہی اپنی رحلت کا ذکر فرما دیا تھا اکثر و بیشتر دوست احباب، عقیدت مند اور مریدین جو عرس شریف پر حاضر تھے سب کو وعظ و نصیحت کر کے رخصت فرمایا اور کہا یوں نظر آتا ہے کہ آئندہ سال شاید تمہاری ملاقات میسر نہ ہو گی۔ اس وقت تم میں سے بعض حاضر ہیں اور بعض موجود نہیں۔ تم سب کو چاہیے کہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اور شیطان کی اتباع نہ کرو۔ پھر ہر ایک سے معانقہ کرتے اور رخصت فرماتے۔

اور پھر !

اس کے ٹھیک ایک سال بعد آپ اس عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھارے

وفات !

وفات حسرت آیات سے قبل فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور رضا سے ہمیں بھی وہی مرض لاحق ہوا ہے جو والد ماجد کو تھا۔ پھر اس مرض کی کیفیات بیان فرماتے کہ بظاہر اس بیماری کی کوئی علامت نہ تھی۔

وفات کے بعد لوگ خیال کرتے تھے کہ شاید سکتہ ہو گیا ہے۔ بیماری کی کوئی علامت بھی نظر نہ آتی تھی۔

در اصل وفات سے قبل آپ کا کلمہ مرض ارشاد فرمانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تھا، تاکہ لوگ اس فوری وصال اور مرگ کو مرگِ مفاجات خیال نہ کرنے لگیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "نعوذ باللہ من موت المفاجات" یعنی ہم مرگِ مفاجات سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

مرگِ مفاجات کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی عیش و نشاط میں انسان غرق ہو، اور موت آن لے اور مرنے والا رجوعِ خداوندی اور توبہ سے محروم رہ جائے، ورنہ شہدائی کی وفات کو جو بغیر کسی مرض کے ہوتی ہے مرگِ مفاجات کا اطلاق ہوگا۔

آپ کی وفات ۲۱ محرم الحرام ۱۲۹۴ ہجری کو ۵۹ سال کی عمر میں ہوئی یہ سہ شنبہ کا دن تھا۔ ماہ محرم الحرام کے شروع سے ہی خالقِ ارض وسما کے خبر دار کرنے کے سبب آپ نے دو وقت کا کھانا ترک کر دیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آپ روزہ سے ہیں۔ وصال سے گیارہ روز قبل عاشورہ کے دن خادموں اور طالب علموں کے ہمراہ خانقاہ شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور خانقاہ شریف سے رخصت ہوتے وقت اس جگہ پر جہاں اس منظرِ کراماتِ بے انتہا کا مزارِ فیض آثار ہے لیٹ گئے۔ اور فرمایا کہ یہ جگہ نہایت عمدہ اور مناسب ہے۔ خادموں میں سے ایک نے خدمتِ عالیہ میں عرض کیا کہ حضور یہاں اس طرح لیٹنے کا کیا سبب تھا؟

جواب دیا کہ!

"اس طرح دراز ہونے کا راز اسی ماہ ظاہر ہو جائے گا۔"

آپ کے جلال اور ہیبت کے سبب پھر کسی کو جرأتِ گفتار نہ ہوئی اور سب مُہر بہ لب رہے۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ سفر ہو یا حضر جمعہ کے روز وعظ ضرور فرمایا کرتے تھے کہ یہ بھی سُنّتِ محمدیؐ ہے۔ آخری جمعہ کے روز منبر پر چڑھے، تو رنگ ہی اور تھا۔ دنیا کے اس عارضی قیام کا نقشہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ منزل قریب آچکی تھی۔ اب چل چلاؤ کا وقت تھا۔ چاہتے تھے کہ عقیدت مندوں

مریدین اور عوام الناس کو بھی اس دنیائے فانی کی حقیقت سے آگاہ کریں اور ان کے دل معبود حقیقی کی طرف پھیر دیں۔

چنانچہ اس روز وعظ کا موضوع مولانا رومؒ کی وفات تھی۔ ان کی وفات اور نماز جنازہ کی تفصیل بیان فرمائی، گویا یہ اپنی وفات کی طرف واضح اشارہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ بظاہر دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں لیکن وہ مر کر بھی نہیں مرتے، وہ اپنے دوستوں اور محبوں کی امداد کے لیے موجود ہوتے ہیں اور پکارنے والوں کی آوازیں سنتے ہیں۔

وفات سے صرف تین روز قبل آپ نے اپنے دستِ مبارک سے خلفاءُ کو مکتوب تحریر کیے اور لکھا کہ :

"کارِ حیاتِ فقیر بآخر رسید، چند روز
مہلت است"

یعنی اس فقیر کی زندگی کا معاملہ آخر کو
پہنچ گیا ہے اور چند روز کی مہلت ہے"۔

وفات سے قبل آپ نے حضرت خواجہ سید غلام حسین شاہ کو جو آپ کے داماد تھے اور آپ کے سجادہ نشین ہوئے، ان کے بڑے بھائی کی شادی پر بھیجا تھا۔ ان کا نام امیر حسین شاہ تھا۔ حضرت سید غلام حسین شاہ صاحب کا شادی میں شامل ہونے کا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن خواجہ ثانی نے انہیں مجبور کیا کہ وہ شادی میں ضرور شامل ہوں۔

وفات سے تقریباً دو ماہ قبل کثرتِ بارش کے سبب ایک روز کے لیے بھی اپنے گھر مبارک سے قدم باہر نہ رکھا۔ آپ کے نواسے حضرت خواجہ حافظ سید محمد شاہ صاحب

نمازِ ظہر کے بعد آپ سے کتاب صفواۃ المصادر پڑھا کرتے تھے۔ وہ بوستان معرفت میں لکھتے ہیں کہ وفات سے تقریباً دو ماہ قبل جب کہ آپ نے کثرتِ بارش کے سبب گھر سے نکلنا ترک کر دیا تھا۔ ایک گھر میں حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے پوچھا کہ اس صاحبزادہ کی عمر کتنی ہے ؟

فرمایا کہ تقریباً گیارہ سال۔

اور پھر فرمایا الحمد للہ کہ اس فقیر کو اپنے جدِّ شریف کی سنّت حاصل ہوئی ہے یعنی حضرت قبلہ عالم حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت ان کے نواسے جناب سید احمد شاہ صاحب کی عمر بھی گیارہ سال تھی۔

وفات سے تین روز قبل آپ نے تین مکتوب لکھے ان میں سے ایک خط حضرت خواجہ مولانا غلام نبی للٰہی کے نام، دوسرا خط حضرت حافظ غلام مصطفےٰ صاحب کے نام، یہ آپ کے ہم مکتب تھے اور تیسرا خط ساہیوال ضلع شاہ پور میں اپنے ایک عزیز کو لکھا تھا۔

۲۰۔ محرم الحرام کو آپ نے طلبا کو باقاعدہ درس دیا اور چاشت کے وقت تمام طلبا اور خدّام سے فرمایا کہ ہم نے اب سفرِ آخرت کا ارادہ کر لیا ہے اب صرف ایک رات گھر میں رہیں گے لہٰذا تم اس امر سے آگاہ اور خبردار رہو۔ اس کے بعد مسجد شریف کے صحن میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ

"اے خانۂ خدا !

فقیر نے ایک مدّت تک یہاں قیام کیا

اور اس ذاتِ لاشریک کی عبادت کی۔ اب

آخری وقت آن پہنچا ہے۔ تجھے اللہ تعالیٰ
کے سپرد کرتا ہوں۔ تجھ سے وداع و رخصت
ہوتے ہیں" پھر مسجد کے کنویں کی طرف متوجہ
ہوئے اور رخصتی کلمات کہے۔

پھر فرمایا کہ

"خداوندِ کریم اپنے فضلِ عمیم سے اس مسجد کو
قیامت تک کے لیے آباد رکھے گا۔"

آپ کے مسجد سے رخصت ہونے کے منظر کو حضرت حافظ خواجہ سیّد محمد قصوریؒ نے
ان الفاظ میں شعر کا جامہ پہنایا ہے ؎

چوں حامیِ شریعتِ احمد وداع کرد
بیت الصلوٰۃ را بخروشید آسماں
مگریستند ارض و سما بر وداعِ او
کہ - تہی قصور شد از فضلِ بیکراں

یعنی :

"جب احمد مجتبیٰ کی شریعت کے حامی نے مسجد کو الوداع کیا
تو آسمان شور کرنے لگا، اور اس کے وداع سے زمین و
آسمان گریہ کرنے لگے کہ اب قصور اللہ پاک بے انتہا فضل و کرم
سے خالی ہو گیا "!

اس کے بعد آپ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ نواب آف ممدوٹ نے آپ کو

ایک گھوڑی نذر میں دی تھی۔ اس گھوڑی پر سوار ہوئے اور شہر کی جانب روانہ ہو گئے۔ یہ کام آپ کی عادت مبارک کے بالکل خلاف تھا۔کیونکہ جب آپ سواری فرماتے تھے۔ تو شہر کے باہر باہر رہا کرتے تھے اور جب بازار سے گزرنا ہوتا تھا تو رخِ انور پر کپڑا ڈال لیتے تھے اور جلدی جلدی گزر جاتے تھے لیکن اس روز بازار کے راستے تشریف لے گئے۔ اور موتیوں کی طرح چمکتا ہوا چہرہ بے نقاب تھا اور تمام مخلص اور اہلِ محبّت نے آپ کے رخِ انور کی زیارت کی۔ اس سے مطلب یہ تھا کہ کوئی مخلص زیارت سے محروم نہ رہ جائے اور پھر رحلت کے بعد کفِ افسوس نہ ملے۔

جب گھر پہنچے تو گھوڑی سے نیچے اترے اور گھوڑی کے بدن پر ہاتھ پھیرا، اور فرمایا کہ

"اے گھوڑی!

اب تجھ پر شاہ صاحب سواری کریں گے۔ ہم رخصت ہوتے ہیں!"

پھر تمام ساتھیوں کو رخصت کیا۔

اور خود دولت خانہ کے اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ:

"اوپر کی منزل خالی ہے؟ آج رات ہم وہاں آرام کریں گے۔"

پھر بالا خانے پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ:

"اس قدر بھاری جسم کا یہاں سے اترنا مشکل ہوگا۔"

پھر فرمایا کہ جس خدائے پاک نے آج تک تکلیف نہیں دی وہ اللہ اس وقت بھی تکلیف سے محفوظ رکھے گا۔

یہ سن کر خادموں نے عرض کی کہ حضور آپ تو بالکل تندرست ہیں یہ کیا ارشاد فرمارہے ہیں۔

اس کے جواب میں اس مردِ خدا ست نے کہ وہ واقفِ اسرار تھا، فرمایا کہ

"انشاء اللہ تعالیٰ مزاج کی خیریت کل ظاہر
ہو جائے گی۔"

پھر ارشاد فرمایا کہ

"آج شب رحمتِ خداوندی کے دروازے
کھلے ہوئے ہیں مگر صرف غریب غربائ کی
بخشش ہو رہی ہے!"

اس وقت مسمی نظام الدین درویش حاضر خدمت تھا، آپ نے اسے موضع للیانی بھیجا کہ وہاں سے میاں روشن کو بلا لائے۔ میاں روشن عصر کے وقت حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ فقیر نے تجھ سے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ آج نصرتِ خداوندی سے پورا ہو رہا ہے۔ میاں روشن نے دست بستہ عرض کی۔ حضور! اس طلبی اور وعدہ ایفائی کی حقیقت کیا ہے؟

فرمایا۔ میاں روشن تم نے موضع رام داس ضلع امرتسر کے سفر کے دوران ایک مرتبہ تم غسل سے فارغ ہونے کے بعد فقیر سے گریہ و زاری کرتے ہوئے کہا تھا کہ "تم نے میرے والد ماجد کی بہت عرصہ تک خدمت کی لیکن تمہیں والد مکرم

کے نماز جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل نہ ہو سکی اور اس کی حسرت آج تک تمہارے دل میں کسک پیدا کر رہی ہے پھر تم نے کہا تھا کہ تم میری خدمت میں بوڑھے اور سفید ریش ہو گئے اور دعا کرتے ہو کہ تمہاری وفات میری زندگی میں ہو لیکن خدا نخواستہ اگر ایسا نہ ہوا تو میں تمہیں اپنے آخری وقت میں زیارت کا فیض بخشوں، بس یہی وعدہ ہے جو میں آج پورا کر رہا ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ انشاءاللہ ہر صورت میں یہ فقیر تمہیں اپنے آخری وقت میں اطلاع دوں گا۔ اب وہ وقت آن پہنچا ہے لیکن ابھی کسی کو اس بات سے آگاہ نہ کرنا، تاکہ گھر والے اور دوست و احباب گھبرا نہ جائیں اور گریہ و بکا نہ کریں۔"

حافظ اللہ بخش صاحب نماز عشا سے فارغ ہونے کے بعد اس دریائے جود و سخا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور نے اپنے نواسہ حضرت صاحبزادہ حافظ خواجہ سید محمد شاہ کو بھی بلایا۔ ان کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ حافظ صاحب کو نصیحت فرمائی کہ اس وقت ہمارے پاس مبلغ یک صد روپیہ موجود ہے۔ ہماری تجہیز و تکفین کے بعد جو بچے اسے راہِ خدا میں صدقہ کر دینا۔

اس وقت علاقہ کے چند زمیندار حاضر ہوئے اور اپنے کسی مقصد کے لیے دعا کے طالب ہوئے۔ آپ نے دعا فرمائی اور وہ چلے گئے۔ اس تمام رات بارش ہوتی رہی۔ صبح کے وقت آپ نے میاں درشن دین سے پوچھا کہ صبح کا وقت ہو گیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ :

"آج تمام رات اولیاء اللہ اور صالحین ہماری ملاقات کے لیے آتے رہے ہیں اور رحمتِ الٰہی کی خوشخبری اور بشارت دیتے رہے ہیں۔ اب وہ رخصت ہو چکے ہیں۔ غالباً صبح کا وقت ہو چکا ہے"۔ اس وقت مؤذن نے مسجد میں اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ اذان سننے کے بعد آپ نے نماز فجر ادا کی۔

نماز اشراق سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے پھر حافظ اللہ بخش کو بلایا اور وہ کفن، جو حاجی شہاب الدین صاحب مرحوم مکہ معظمہ سے آبِ زمزم میں بھگو کر لائے تھے اور اسے آپ کی نذر کیا تھا، حافظ اللہ بخش مرحوم کو دیا اور فرمایا کہ :

"یہ کفن تیاری کے لیے امام بخش درزی کے سپرد کر دو، تاکہ بوقت ضرورت دِقّت نہ ہو۔"

حافظ صاحب حیران ہو گئے۔ لیکن ارشادِ عالی کے مطابق کپڑا لے لیا۔ چونکہ آپ بالکل تندرست تھے اس لیے حافظ اللہ بخش نے کفن کا کپڑا درزی کو دینے کی بجائے اپنے پاس رکھا۔

حضرت صاحبزادہ حافظ خواجہ سید محمد شاہ صاحب تصنیف بستانِ معرفت میں یوں رقم طراز ہیں۔

"اس وقت آپنے اپنی کریمانہ عادات کے مطابق اس فقیر ناچیز کو دو عدد لنگیاں عطا فرمائیں۔ پھر وضو کرنے کا حکم دیا۔ یہ فقیر وضو کر کے اس مظہر فیض کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ میاں روشن دین صاحب

اور حافظ اللہ بخش صاحب کی موجودگی میں آپ نے اپنے سر مبارک سے اپنی دستار مبارک اتار کر اس فقیر لاشئے کے سر پر رکھ دی اور کتب خانہ کی چابیاں بھی عنایت فرمائیں۔ پھر متعدد نصیحتیں کیں، جن کا چھپانا ہی بہتر ہے۔"

اللہ اللہ چہ عجب بود وجود
در جہاں ہمسر او کس نشود

اس وقت مسجد کے درویش اور کئی دوسرے غریب لوگ حضور کی خبر گیری کو آئے ہوئے تھے۔ آپ نے سب کو کپڑے دیئے اور نقدی دے کر رخصت فرمایا۔ پھر حافظ صاحب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ کوٹ فتح دین خاں والے حکیم ملاں چراغ دین کو جا کر بلا لائیں۔ چاشت کا وقت تھا کہ ملاں حکیم چراغ دین حافظ صاحب کے ہمراہ قدم بوسی کو تشریف لے آئے۔

آپ نے ملاں صاحب سے فرمایا :

"بارش کے سبب تم آنے میں توقف کر سکتے تھے اور خیال تھا کہ شاید تم نہ آؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تم آ گئے اور تم سے آخری ملاقات ہو گئی۔ اور ہم نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا" (یہاں حضور نے وعدے کی نوعیت اور تفصیل بیان نہیں کی۔)

اس وقت حضور حافظ خدا بخش صاحب کا سہارا لیے بیٹھے ہوئے تھے انہیں چودہ روپے دیئے اور فرمایا کہ اگر کسی کا کوئی قرض ہمارے ذمے ہو تو ادا کر دو پھر میاں روشن دین سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تمام مخلصوں اور دوستوں کو اطلاع کر دو کہ ہمارا آخری وقت آن پہنچا ہے کوئی ملاقات سے محروم نہ

رہ جائے۔

لیکن ملاں چراغ الدین نے عرض کیا۔ قبلہ یہ کہنے کی کس میں ہمت ہے اور پھر آپ بالکل تندرست ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد آپ نے حکیم صاحب سے فرمایا کہ ملاں صاحب صبح سے ہم نے پانی نہیں پیا۔ اب حالتِ نزع شروع ہو رہی ہے۔ سخت حدّت اور گرمی محسوس ہو رہی ہے۔ پانی کی خواہش اور طلب پیدا ہو گئی ہے پینے میں کوئی حرج تو نہیں؟

حکیم صاحب نے عرض کی کہ حضور آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ نبض اعتدال پر ہے۔ نزع کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ جس پر نزع کی کیفیت طاری ہو، اسے بیٹھنے اور گفت گو کرنے کی ہمّت نہیں ہوتی۔ رہا پانی کا معاملہ تو پانی پینے میں کوئی حرج نہیں، شوق سے نوش فرمایئے۔

آپ نے اس وقت پانی میں شہد ملا کر پیا۔

پھر آپ حکیم صاحب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

"حکیم صاحب آپ کی وجہ سے ہمیں پانی نصیب ہوا ہے ورنہ ہم پانی پیئے بغیر ہی سدھار جاتے۔"

پھر کچھ توقف کے بعد فرمایا کہ

"اولیاء اللہ کی موت کو دوسروں کی موت کی طرح خیال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ خدائے بزرگ و برتر کا ارشاد ہے کہ جو لوگ راہِ خداوندی میں جان دے دیں انہیں مردہ خیال نہ کرو۔"

پھر یہ شعر پڑھا ؎

موتِ ولی ہیئتِ حیاتِ ابد
ہر کہ نہ اقرار کند گشت زد

یعنی: "جو شخص ولی اللہ کی وفات کو ابدی زندگی نہیں مانتا، وہ مردود ہے۔"

پھر آپ نے ملاں حکیم چراغ الدین سے فرمایا کہ اپنی دلی آرزو بیان کرو۔ ملاں صاحب نے آپ کی ظاہری حالت جو کہ بالکل اطمینان بخش تھی دیکھ کر کوئی التماس نہ کی اور عرض کرنے لگے۔ حضور آپ کی نبض اچھی ہے آپ ایسے کلمات فرماتے ہیں؟

اس پر خواجہ ثانیؒ نے فرمایا کہ ہم پر نزع کی حالت طاری ہے۔ چل چلاؤ کا وقت ہے اور تم کہتے ہو کہ نبض بالکل ٹھیک ہے۔

حکیم صاحب نے عرض کیا حضور! آج تک کسی شخص کو نزع کی حالت میں یوں نہیں دیکھا کہ نبض بالکل اعتدال پہ ہو، ہوش و حواس قائم ہوں، حرارتِ غریزی درست ہو، اور اس طرح بات چیت بھی کرتا ہو۔

آپ نے فرمایا اچھا آج دیکھ لینا۔

یہ سن کر حکیم صاحب گھبرائے اور حافظ صاحب سے کہنے لگے کہ حضور کے لیے کوئی مفرح مرکب تیار کر کے لانا چاہیئے، تاکہ طبیعت مبارک میں سکون پیدا ہو۔

دونوں حضرات فوراً بازار روانہ ہونے کے لیے اٹھے۔ آپ نے منع فرمایا لیکن اجازت حاصل کر کے وہ چلے گئے۔ ابھی یہ دونوں بزرگ چند قدم گئے ہونگے

حضور یکایک رونے لگے اور زبانِ درفشاں پر یہ الفاظ جاری تھے :

"اے پروردگارِ عالم !
تو غنی، عادل، جابر اور قہار ہے۔
اے مالکِ دوجہاں !
تیرے عدل سے خوف آتا ہے۔
کیونکہ !
ہمارے گناہ، ہماری نیکیوں سے بہت
زیادہ ہیں !"

پھر ایک لمحہ کے بعد آپ ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ :

"اللہ کریم کی رحمت کے دروازے کھل
گئے ہیں اور اکثر ہم غریب مسلمان اللہ پاک
کی رحمت کے صدقے کامیاب و بامراد
ہو رہے ہیں اور دنیا دار قلیل، قلیل، قلیل۔"

اس کے بعد آپ اس کلمہ پاک کو مکمل طور پر پڑھتے رہے۔

"آمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَ
قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ
وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ !"

اور فرماتے تھے کہ ہماری اس شہادت پر گواہ رہو۔ اور آخری دم اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پر تھا کہ مراقبہ فرمایا اور امانت حقیقی

مالکِ حقیقی کے سپرد فرمائی یعنی جان جانِ آفریں کے حوالے کی۔

یہ اکیس ۲۱ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ سہ شنبہ کا دن تھا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؕ

فوراً حافظ صاحب اور حکیم صاحب کو واپس بلا یا گیا۔ اس وقت میاں روشن دی[n]
آپ کا منوّر و مطہر چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے ہوئے تھے اور زبان سے کہہ رہے
تھے۔

"حضرت جی! حضرت جی!"

حکیم صاحب نے نبض پہ ہاتھ رکھا تو رونے لگے اور کہا

"اے افسوس، شہباز ہم میں سے پرواز
کر گیا اور وہی کچھ ظاہر ہوا جو کچھ آپ
فرماتے تھے۔"

پھر ان دونوں حضرات نے آپ کو چارپائی پہ لٹا دیا اور کفِ افسوس ملنے لگے۔

بارش جو کہ حضور کی دعا سے شروع ہوئی تھی اب تک جاری تھی۔ جونہی آپ کی وفات کی خبر لوگوں تک پہنچی، ہر طرف گریہ و آہ و بکا کا شور بلند ہوا۔ حضرت صاحبزادہ خواجہ حافظ سیّد محمد شاہ صاحب رح نے اس وقت کے حسبِ حال چند اشعار کہے ہیں، جو کہ ہدیۂ قارئین ہیں:

وقتِ وفات حضرتِ باگشتہ ناگہاں
بر ارضِ دست خیز بپا نیز بر زماں
کردہ حجاب شمس ز غمنائی وفات

سیلاب بر زمیں شدہ از اشک آسماں
در ماتمش سیاہ فلک کرد پیرہن
کاں آفتاب ورنہ ایں خاک شد نہاں
از بسکہ ریخت خوں ز غمش چشم آسماں
یک صبح و شام غرق ایم خوں شدہ جہاں
باد سموم سوخت نہالانِ ہر چمن
آمد بگلستانِ جہاں از الم خزاں

آپ کی وفاتِ دل شگاف کا یہ واقعہ عصر کے وقت رونما ہوا۔ ایک تو بارش کے سبب اور دوسرے جناب حافظ غلام مصطفےٰ خان صاحب اور مولانا غلام دستگیر صاحب اس وقت فیروزپور میں تشریف رکھتے تھے ان کی واپسی کے انتظار میں حضور کی نماز جنازہ دوسرے روز ظہر کے وقت ادا کی گئی۔ قصور اور گرد و نواح کے ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ حدِ بیان سے باہر ہے۔ حضرت مولانا دستگیر صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت امام شاہ صاحب جو بچپن سے ہی مجذوب تھے اور قصور میں تشریف رکھتے تھے نماز جنازہ میں شریک ہوئے، چہرہ مبارک کی زیارت کی اور فرمانے لگے کہ اپنے وقت کے قطب اور زمانے کے غوث انتقال فرما گئے۔ جب تک آپ کے جسدِ مبارک کو لحد میں نہیں اتارا گیا شاہ صاحب یہی کلمہ کہتے رہے۔

آپ کو قصور شریف کے عظیم قبرستان اپنے بزرگوں کے قریب علین اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں آپ وفات سے گیارہ روز قبل دراز ہوئے تھے، اس آفتابِ رشد و ہدایت

کے سرزمینِ قصور پُر نور سے روپوش ہوتے ہی آفتابِ عالمتاب نے بھی حسرت و افسوس سے چہرہ چھپالیا۔ گویا آپ کے دفن ہونے کے وقت عالم میں ہر طرف اندھیرا چھا رہا تھا ۔

وادریغا مظہرِ جود و کرم
گشت مخفی و دلِ ما خوردہ غم

وفات کا حال ایک اردو نظم کی صورت میں مزارِ پُر انوار و فیض آثار کے سرہانے لکھا ہوا ہے۔ کتبے کا آخری شعر جس سے آپ کی تاریخِ وفات نکلتی ہے، یہ ہے ۔

لکھی تاریخ تو ہاتف نے براہِ افسوس
یوں کہا، کیسے ہوئی حشر سے پہلے محشر
۱۲۹۴ ہجری

مزارِ پُر انوار کے سرہانے ایک عربی قطعہ مولوی غلام قادرؒ رسول نگری کا لکھا ہوا ہے ۔

الا عبد الرّسول الشیخ قد مات
ھو الکامل بلا نقص وّ لا عیب
فان تسئلن عن عام ارتحالہ!
افقل تاریخہ غوث بلا ریب
۱۵۰۶ - ۲۱۲ = ۱۲۹۴ھ

مولوی محبوب عالمؒ سوہاوی نے فارسی میں آپ کی تاریخ وفات یوں کہی ہے :

پیرِ عبد الرّسول فخر الدین
کرد رحلت باوجِ علیّین!
گفت عالم ز سالِ رحلتِ تو
ساقیِ کوثرِ رسولِ امینؐ
۱۲۹۴ھ

مولانا خواجہ غلام نبی صاحب رحمہ للّٰہی قدس سرہٗ

حضرت مولانا غلام نبی صاحب للّٰہی ضلع جہلم ملک پنجاب ۱۲۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ جب سنِ تعلیم کو پہنچے۔ مکتب میں داخل ہوئے۔ صرف نحو میر قطبی، شرح وقایہ۔ خیالی وغیرہ اپنے والد بزرگوار اور بعض دیگر علمأ قرب وجوار سے پڑھیں۔ بعدازاں پشاور میں حضرت مفتی محمد احسن صاحب مرحوم و حافظ دراز صاحب سے تمام معقول و منقول ختم کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ دولت خانہ پر آکر مسند آرائے درس و تدریس ہوئے کہ اسی اثنأ میں یکایک شوقِ الٰہی آپ کے دل پر غالب ہوا۔ اور آپ مرشد کی تلاش میں گھر سے روانہ ہوئے کہ جس جگہ کوئی صاحبِ دولت ملے اس سے بیعت کروں۔ اتفاقاً بمقام شاہ پور حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اجل حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدس سرہٗ سے ملاقات ہوگئی اور بعد استخارہ انہیں سے بیعت ہوگئے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ماہ آپ کو توجہ فرمائی اور پھر ایک دن

آپ کو علیحدہ لے گئے اور فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ ملے تھے اور فرماتے تھے کہ مولوی غلام نبیؒ کو کلاہِ اجازت دے دو۔ (یہ واقعہ کا معاملہ ہے) چنانچہ یہ کلاہ ہے۔ یہ کہہ کر آپ کو کلاہ عطا فرمائی۔ اور طریق توجہ دہی بھی تعلیم فرمایا اور اس کے بعد عرصہ قلیل میں تمام مقامات مجددیہ طے کرا کر دستارِ خلافت و بشارت حصول نسبت خاصہ سے سرفراز فرمایا اور بعض خلعت پیش گاہِ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوا کر رخصت فرمایا۔ اثنا سلوک میں آپ کا مراقبہ کمالاتِ نبوت تھا۔ آپ کو شوق حفظ کلام مجید ہوا۔ چنانچہ آپ نے چھ ماہ میں یاد کر کے تراویح میں سنا دیا آپ قرآن شریف نہایت تجوید اور ترتیل سے پڑھتے تھے اور اس قدر یاد تھا، کہ گاہ گاہ ایک شب میں بھی سنا دیتے تھے۔

حضرت کچھ مدت دولت خانہ پر قیام فرما کر پھر بمقام قصور حضرت مولٰینا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولٰیناؒ بکمال عنایت بیش از پیش پیش آئے اور اکثر طالبین کو تربیت کے واسطے آپ کے سپرد کیا۔ اسی اثنا میں حضرت مولاناؒ کا انتقال ہو گیا اور حضرت دولت خانہ پر مراجعت فرما کر مصروف ہدایت خلق اللہ و اشاعت علم ظاہری و باطنی ہوئے۔ آپ کی خدمت میں ستر اسّی طلبائے علم ظاہری و باطنی کا مجمع رہا کرتا تھا۔

معمولات !

آپ کا معمول تھا کہ رات کے دو بجے بیدار ہوتے، بعد اجابتُ غسل فرما کر نماز تہجد پڑھتے۔ اس وقت کا غسل کسی موسم میں کسی وقت روزِ انتقال تک ناغہ نہیں ہوا۔

اکثر تہجد میں قرآن شریف کی منزل پڑھتے تھے۔ بعد نماز طلبہ کو سبق پڑھانا شروع کرتے۔ پڑھانے میں امتیاز نہ تھا کہ بڑی کتاب ہو، پند نامہ فریدالدین عطارؒ بھی پڑھاتے اور ھدایہ اور بیضاوی شریف بھی۔ جس کتاب کو پڑھاتے اس کے جمیع حواشی اور شروح سامنے رکھ لیتے اور ہر ایک کو دیکھتے جاتے۔ حواشی اور شرح پر رجوع کا اس قدر خیال تھا کہ سکندر نامہ و زلیخا کی شرح بھی سامنے رکھ لیتے۔

صبح کی سنتوں کے وقت تک پڑھاتے۔ بعد ازاں نماز صبح پڑھتے۔ امامت خود کرتے اور اس میں قرأت طوال مفصل پڑھتے۔ بعد نماز آیۃ الکرسی و دعوات ماثورہ پڑھ کر دعا مانگتے۔ بعد ازاں پچیس مرتبہ استغفار، دو مرتبہ الحمد شریف اور تین مرتبہ قل شریف پڑھ کر پیرانِ طریقت کی ارواحِ پاک پر ثواب پہنچاتے۔ اس اثنا میں خدام حلقہ باندھ کر گرد بیٹھ جاتے۔ آپ نوبت بہ نوبت سب کو توجہ فرماتے۔ جب آفتاب بلند ہو جاتا الحمد اللہ اس قدر بلند آواز سے کہ حاضرین سن لیں پڑھ کر فاتحہ پڑھتے اور نماز اشراق کو کھڑے ہوتے۔ چار رکعت دو سلام سے پڑھتے اور گاہ گاہ بعد ختم حلقہ ذکر اولیاء کرام و مشائخ عظام و معارف طریقہ سے حاضرین کو سرشار کیفیات فرماتے۔

برخاست حلقہ پر طالبین و خود حضرت پر عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ کسی پر ذوق و شوق غالب ہوتا تھا کوئی مغلوب نسبت استہلاک و اضمحلال ہوتا تھا۔ کسی پر حالتِ عروج وارد ہوتی تھی اور کوئی نزول نسبت ولایات سے سرشار ہوتا۔ کوئی کمالات سے مالامال اور کوئی حقائق سے بہرہ یاب اور حضرت مثل محبوب رعنا چشمِ میگوں جس کی طرف دیکھتے تھے کچھ اور ہی لطف دیتا تھا۔

بعد نماز اشراق دعا حزب البحر پڑھتے۔ بعد ازاں پھر طلبا کو پڑھانا شروع کرتے اور یہ شغل دس بجے تک رہتا۔ بعد دس بجے گھر میں کھانا کھانے تشریف لے جاتے۔ اور وہاں پہنچ کر اوّل درویشوں کے واسطے کھانا بھجواتے اور خود بعد تناول طعام حلقہ نساء قریب ایک گھنٹہ کے فرماتے۔

نسأ کی توجہ کا اس طرح معمول تھا کہ ایک چارپائی پر چادر ڈال کر اپنے سامنے کھڑی کر لیتے، اس کی آڑ میں مستورات آکر بیٹھ جاتیں اور ایک کپڑا ایک طرف سے آپ پکڑ لیتے تھے اور اس کا دوسرا کنارہ چارپائی کی آڑ میں طالبہ پکڑ لیتی تھی۔

بعد حلقہ نسأ آپ باہر تشریف لاتے اور قیلولہ فرماتے اور جس وقت مؤذن اذان کہتا فی الفور بلا تأمل اُٹھ بیٹھتے اور اس کی اجابت کرتے۔

آپ مسواک کے استعمال میں کبھی ناغہ نہ فرماتے۔

اس کے بعد نماز ظہر پڑھتے۔

اور بعد نماز طلبأ کو عصر کی اذان تک سبق پڑھاتے یا حلقہ فرماتے۔ بعد ازاں نماز عصر پڑھتے اور بعد اس نماز کے حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ختم پڑھا جاتا۔ اس کی ترکیب یہ تھی :

اوّل آخر درود شریف سَو سَو مرتبہ پڑھتے ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم ہزار مرتبہ پڑھتے۔ پھر صرف لاحول ولا قوۃ الّا باللہ نو سو مرتبہ۔ بعدہٗ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سو مرتبہ پھر درود شریف پڑھتے۔ اس کے بعد حلقہ فرماتے اور توجہ کرتے اور مغرب کے قریب تک یہ شغل رہتا۔ بعد ختم حلقہ حاضرین ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کرتے پھر

حاضر ہوتے کہ اتنے میں مغرب کی اذان ہوتی اور نماز پڑھی جاتی۔ بعد نماز ختم خواجگان کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی وحضرت خواجہ عارف ریوگری وحضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی وحضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی وحضرت خواجہ محمد بابا سماسی وحضرت خواجہ امیر کلال وحضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہم کی طرف منسوب ہے۔ اس طرح پڑھا جاتا اور سورہ فاتحہ سات مرتبہ بعد ازاں درود شریف سو مرتبہ، بعد ازاں الم نشرح اناسی مرتبہ، بعد ازاں سورہ اخلاص ہزار مرتبہ، بعد ازاں سورہ فاتحہ سات مرتبہ اور پھر درود شریف سو مرتبہ۔

اس وقت مریدین ختم پڑھتے اور خود نماز اوّابین میں مشغول رہتے اور بعد ختم اوّابین آپ بھی ختم خوانی میں مشغول ہو جاتے۔

حلقہ!

بعد ختم حلقہ فرماتے۔

اور اکثر اسی وقت طالبین کو داخلِ طریق بھی فرمایا کرتے۔ اور اس کا یہ طریقہ تھا کہ طالب کو اپنے رُو برو بٹھا کر اس کا ہاتھ مثل مصافحہ کے اپنے ہاتھ میں لے کر اوّل توبہ واستغفار پڑھاتے۔ بعد ازاں کلمہ توحید وشہادت تعلیم فرماتے۔

آپ کا اکثر یہ معمول تھا کہ طالب کو قادریہ طریق میں داخل کرتے اور سلوک مجدّدیہ طے کراتے۔ کیونکہ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ

"عنوان طریق مجدّدیہ یہ قرار پایا ہے کہ

چاہے جس طریقہ میں داخل کرے مگر سلوک

مجددی طے کرائے۔"

بعد داخلِ طریق کرنے کے طالب کو اوّل خود توجہ فرماتے۔ بعدازاں کسی مجاز کو سپرد فرماتے کہ اس کے جمیع لطائف میں ذکر جاری کر دے۔ بعد داخلِ طریق کرنے کے طالب کو تاکید فرماتے کہ ہر لحظہ اور ہر ساعت قلب سے ذکر اسم ذات کا خیال رکھے۔ اس وقت کا حلقہ قریب عشا کے ختم ہوتا۔

ایّام رمضان المبارک میں نصف شب کے بعد باہر تشریف لاتے اور حسب معمول غسل و نماز تہجد سے فارغ ہو کر قرآن شریف کا دَور شروع کرتے اور جب سحری کا بالکل آخری وقت ہوتا۔ دَور موقوف کر کے سحری کھاتے اور بعدازاں پھر دَور شروع کرتے یہاں تک کہ فجر کی سنّتوں کا وقت ہو جاتا۔ اس وقت نماز صبح پڑھتے اور حسب معمول اشراق تک حلقہ فرماتے اور بعد نماز اشراق پھر دَور شروع کرتے اور دوپہر تک دَور کرتے رہتے۔ غرض کہ رمضان شریف میں سوائے حلقہ توجہ جملہ مشاغل ترک کر دیتے اور نصف شب سے مغرب کے وقت تک برابر قرآن شریف کا دور کیا کرتے۔

ایّام رمضان مبارک میں آپ کبھی دن کو قضائے حاجت کو نہ جاتے کہ استنجا دن کو نہ کرنا پڑے اور یہ کمال احتیاط تھی۔ جمعہ کے روز بعد نماز عصر کے وقت تک وعظ فرماتے اور بعد عصر اپنے والدین کی قبر پر فاتحہ خوانی کو جاتے۔ سفر میں ہمیشہ بعد عصر وعظ فرماتے۔

اور ہر طرح کے پند و نصائح فرماتے۔

عادات!

کھانے پینے میں نہایت احتیاط رکھتے تھے۔ جنگل میں ایک تالاب تھا اکثر اس کا پانی پیا کرتے تھے۔ کھانا کھانے میں کبھی پانی نہیں پیا کرتے تھے بعد ظہر نوش فرماتے۔ ایک خادم کا معمول تھا کہ بعد نماز تازہ پانی لاکر پلایا کرتا تھا۔ ایک روز وہ پانی لایا تو آپ نے اس کے پینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ یہ پانی مکدّر ہے۔ کوئی اور شخص پانی لے آئے۔ چنانچہ جب دوسرا شخص پانی لایا تب آپ نے پیا۔

شخص اوّل سے دریافت کیا گیا کہ کیا وجہ ہے جو تیرا پانی نہیں پیا اور اس کو مکدّر فرمایا۔

اس نے جواب دیا کہ راہ میں میری نظر ایک نامحرم عورت پر پڑ گئی تھی۔

آپ ہمیشہ بھوک رکھ کر کھانا کھاتے تھے۔ فرمایا کہ مجھ کو یاد نہیں کہ کبھی میں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا ہو۔ فرماتے، میرے نزدیک تازہ اور باسی سب یکساں ہے۔ آپ نہایت منکسر مزاج تھے اور بسا اوقات بھرے ہوئے مجمع میں اپنی نسبت ایسی بات فرما دیتے تھے کہ سن کر شرم آجاتی تھی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک جگہ آپ تشریف لیے جاتے تھے۔ جب وہ جگہ قریب رہ گئی تو بہت سے لوگ آپ کے استقبال کو اور آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے ہجوم سے کچھ فخر نہیں کرنا چاہیئے اگر کوئی بندر یا ریچھ والا کسی گاؤں میں آتا ہے تو اس کے پیچھے بھی لوگ ہو جاتے ہیں۔

پیرانِ سلسلہ کی اولاد یا ان کے شہر کا بھی کوئی رہنے والا ہوتا تھا اس کی بھی

نہایت تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص دہلی کی جانب کا رہنے والا آپ کے پاس رہا کرتا تھا چونکہ دہلی میں بعض حضرات کے مزار مبارک ہیں اور وہ اس کے جوار کا رہنے والا تھا۔ اس رعایت سے اس کی خاطرداری فرماتے۔

طریق بیعت وخلافت !

سلوک طے کرانے میں حضرت کا خیال طالب کے حالات ظاہری استعداد باطنی پر ہوتا۔ بعض آدمی جو اس جگہ رہا کرتے تھے اور متوسط الاستعداد ہوتے تھے ان کو چودہ پندرہ سال میں طے کراتے تھے اور بعض جو باہر کے رہنے والے ہوتے تھے اور سال میں دو چار مرتبہ آسکتے اور تھوڑا بہت قیام بھی کر سکتے تھے ان کو سات آٹھ سال میں اور بعض جو دور دراز جگہ کے رہنے والے ہوتے اور پھر ان کا آنا دشوار ہوتا ان کو تین چار سال ایک ہی مرتبہ رکھ کر رخصت فرماتے اور بعض کہ عیالدار ہوتے وہ زیادہ رہ بھی نہیں سکتے تھے ان کا دو سال میں بھی بلکہ بعض کو ایک سال میں سلوک ختم کرایا ہے۔ اور ایک شخص کہ نہایت کامل الاستعداد تھا اس کو صرف ایک مہینے میں تا معبودیت مطلقہ اور ایک شخص کو صرف سات سات توجہ ہر مقام پر کر کے سلوک طے کرایا اور ہر دو نے بہت اچھی طرح ہر ایک مقام کا امتیاز بخوبی کیا اور فی واقع یہ حضرت کے اعظم تصرفات سے ہے۔

حضرت نے تین قسم کی اجازت مقرر کی تھی :

۱۔ صغریٰ

۳۔ کبریٰ

۴۔ مطلقہ

جس وقت طالب ولایت کبریٰ تک پہنچ جاتا۔ اجازت صغریٰ بعطائے کلاہ بخشتے اور جس وقت کمالات نبوت پر پہنچتا تو اجازت کبریٰ عطا فرماتے اور منبر کر پیرہن بخشتے اور جس وقت تمام مقامات ختم ہو جاتے دستار خلافت و اجازت مطلقہ بخشتے!

کرامات!

ایک مرتبہ ایک شخص نے غیر منکوحہ عورت اپنے گھر میں رکھ چھوڑی تھی ہر چ اس کو سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ اسی اثنا میں امساک بارش ہوئی اور امساک کو بھی طول کھینچ گیا۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ نے فرمایا جب تک وہ شخص اس عورت کو نہیں نکالے گا بارش نہیں ہوگی

بعض نے کہا کہ اگر اس شخص سے عورت کو نکلوا دیں اور پھر بھی بارش نہ ہو تو؟

آپ نے فرمایا پھر ہماری بات کا اعتبار نہ کیا کرنا۔

چنانچہ وہ لوگ جا کر اس عورت کو نکلوا آئے۔ اور آپ سے عرض کیا کہ آپ اب بارش کی میعاد مقرر کریں۔

اس وقت رمضان شریف کا آخری عشرہ تھا۔

آپ نے فرمایا کہ اس عشرہ کی طاق تاریخوں میں بارش ہو جائے تب تو جاننا کہ اس گناہ کی شومی سے بارش بند تھی اور اگر رمضان شریف کے گزر جانے کے بعد ہو تو

اتفاقی بات ہے۔

چنانچہ، ۲۰ رمضان کو اس قدر بارش ہوئی کہ تمام جل تھل ہو گئے۔

اسی طرح!

ایک مرتبہ اور امساک بارش ہوئی۔

لوگوں نے آپ سے آکر عرض کیا کہ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ بارش کرے۔ آپ نے فرمایا کہ مسجد کو گارہ سے لیپ دو۔ بارش انشا اللہ تعالیٰ ہو گی۔

لوگوں نے عرض کیا تالاب میں گارہ ہی نہیں کس چیز سے لیپا جائے۔

آپ نے دعا فرمائی

"خداوندا!

اس قدر بارش کر دے کہ تالاب میں

گارہ ہو جائے۔"

لوگوں نے عرض کی کہ حضرت زیادہ کے واسطے دعا مانگئے۔

آپ نے فرمایا کہ پھر تم لوگ اپنے کام میں لگ جاؤ گے اور اس کا خیال نہیں رکھو گے!

غرض کہ اس قدر بارش ہوئی کہ تالاب میں گارہ ہو گیا اور لوگوں نے مسجد لیپ دی۔ بعد ازاں پھر خوب بارش ہوئی۔

ایک مرتبہ آپ نے اکثر لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا:

"تم لوگ اپنے اعمال درست کرو، اور

گناہوں سے توبہ کرو، ورنہ تم پر سخت
مصیبت آنے والی ہے، گیہوں کے
ساتھ گھُن بھی پس جاتا ہے ہم بھی تمہارے
ساتھ ہی ہیں۔"

مگر کسی نے چنداں خیال نہ کیا۔ اور آپ قریب سال بھر کے فرماتے رہے کہ ہشیار ہو جاؤ، گناہوں سے بچو ورنہ عذاب آنے والا ہے،

بالآخر وبا پیدا ہوگئی اور ہر روز بہتّر، اسّی آدمی مرنے لگے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی آدمی زندہ نہ رہے گا حتیٰ کہ آپ کے چھوٹے صاحبزادہ کا بھی انتقال ہو گیا۔

لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالےٰ اس بلا سے نجات دے۔

آپ نے فرمایا کہ گناہوں سے توبہ کرو۔

سب توبہ کرنے لگے۔

آپ نے فرمایا کہ اس طرح نہیں بلکہ فلاں فلاں جو فاسق معلن ہیں ان سے توبہ کراؤ یا ان سے میل جول چھوڑ دو۔

چنانچہ لوگوں نے ان سب سے توبہ کرا کے آپ کی خدمت میں دعا کے واسطے عرض کیا۔

آپ نے دعا فرمائی اور اس کے بعد کوئی تازہ بیمار نہ ہوا، اور جو بیمار تھے ان کو صحت ہوئی۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی شادی کو عرصہ بیس سال کا گزر چکا تھا مگر اب تک اس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ اس نے عرض کی کہ اولاد نہیں ہوتی اس لیے اگر آپ اجازت فرمائیں تو نکاحِ ثانی کر لوں۔

آپ نے فرمایا کہ اِس سال اور صبر کر۔

اور پھر بفضلہٖ تعالیٰ اُسی سال اس کے لڑکا پیدا ہوا۔



ایک مرتبہ آپ کا ایک خادم دریائے جہلم میں کشتی پر سوار تھا۔ شام کا وقت ہو گیا کہ دفعتہً آندھی آئی اور قریب تھا کہ کشتی غرق ہو۔ سب لوگوں کے حواس جاتے رہے اس شخص نے دیکھا کہ آپ کشتی کو سنبھالے ہوئے ہیں اسی وقت سب کی تسلّی کی کہ انشاءاللہ تعالےٰ خیریت ہے۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ وہ کشتی بخیریت تمام پار ہو گئی۔



ایک شخص نے آ کر اپنے لڑکے کی شکایت کی کہ اپنی زوجہ کے ساتھ اچھی طرح نہیں رہتا۔ اس کو سمجھا دیجیئے۔

جب اس کا بیٹا آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس کو سمجھایا۔

اس نے عرض کی کہ حضرت میری طبعیت اس کی جانب رجوع نہیں ہوتی۔

آپ نے فرمایا کہ تیری زوجہ کی عمر صرف چھ مہینے کی رہ گئی ہے۔

چنانچہ یہ سن کر اس نے اپنی بیوی کی نہایت خاطر و مدارات شروع کر دی اور وہ اس سے بہت راضی ہوئی۔ اسی اثنا میں وہ بیمار ہو گئی اور مہینہ ڈیڑھ

بیمار ہو کر چھٹے مہینے مر گئی۔

ٴ

ایک شخص نے آپ سے آکر عرض کیا کہ میں نے اپنے لڑکے کی فلاں شخص کی لڑکی سے نسبت ٹھہرانے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ کی کیا مرضی ہے ؟

آپ نے فرمایا کہ وہاں شادی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔

لیکن چونکہ اس لڑکی کا باپ دولت مند تھا اس نے وہیں اپنے لڑکے کی شادی کر دی۔ آخر کار اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور وہ لڑکی عقیم نکلی۔

ٴ

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے غلام زادہ تولّد ہوا ہے، کیا نام رکھوں ؟

آپ نے فرمایا اس کا یہ نام رکھو۔ اور اب کی مرتبہ جو پیدا ہوگا، اس کا یہ نام رکھنا۔

چنانچہ جب وہ لڑکا پیدا ہوا تو اس شخص نے آکر عرض کیا کہ اس نام کا غلام زادہ پیدا ہو گیا ہے۔

آپ نے فرمایا، اب کی مرتبہ جو ہوگا اس کا یہ نام رکھنا۔

اور پھر وہ بھی ہوا۔

غرض کہ اس طرح آپ نے چار لڑکوں کے نام پہلے ہی سے رکھ رکھ دیئے اور وہ سب لڑکے پیدا ہوئے۔

ٴ

نصائح :

آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں شرطِ اجازت ہیں :

۱۔ علم

۲۔ عقل

۳۔ تبتل

فرمایا اگر کسی صاحبِ ہمت کو کوئی ایذا پہنچائے تو یہ نہیں چاہیئے کہ اس کے انتقام کے واسطے ہمت باطنی لگائے۔

فرمایا صبر و شکیبائی چاہیئے۔

فرمایا اس زمانہ میں چونکہ لوگوں کی ہمت و طلب بہت قاصر ہوگئی ہے۔ بعض کو جلد اجازت دیتا ہوں۔ طالب کو چاہیئے کہ اس اجازت و خلافت پر غرہ نہ ہو، مقصود کچھ اور ہی ہے۔ چاہیئے کہ اپنی جگہ جاکر ہمیشہ ذکر و فکر و حفظ نسبت و اتباع شریعت و عمل بر عزیمت و اجتناب از رخصت و استقامت بر طریقت و محبت پیران سلسلہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر قائم ہو۔

فرمایا کہ پیرانِ کبار قدس اللہ اسرارکار کا معمول تھا کہ اگر طالب سے لغزش ہوجاتی تھی۔ اس کو تنبیہ اور سرزنش فرماتے۔ اور جب تک وہ توبہ نصوح نہ کرتا اس پر ملتفت نہ ہوتے لیکن فقیر اعراض باطن ہی پر اکتفا کرتا ہے۔ اور ظاہر میں کچھ نہیں کہتا۔ اگر طالب تغیر احوال سے متنبہ ہوگیا تو خیر ورنہ ظاہری اعراض بھی کیا جاتا ہے کہ تائب ہوجائے۔

فرمایا کہ تربیت باطنی جلالی وجمالی ہر دو وضع سے چاہیئے جس شیخ میں یہ دونوں اوصاف ہوتے ہیں اس سے جلد فائدہ پہنچتا ہے۔

فرمایا کہ مُرید نارسیدہ مثل طفل شیر خوار ہے کہ اگر قبل از ایام رضاعت اپنی والدہ سے علیحدہ ہو جائے تو اس کی نشو و نما میں فرق آ جائے گا۔ اسی طرح اگر مرید قبل از وقت پیر سے علیحدہ ہوگا ناقص و ابتر رہ جائے گا۔

فرمایا کہ با وجود تحصیل نسبت باطن اگر کسی شخص کے اخلاق درست نہ ہوں وہ قابلِ اجازت نہیں ہے۔

فرمایا کہ اگرچہ میں بعض اوقات جلد اجازت دے دیتا ہوں مگر وہ بباعث ضرورت و مصلحت مقید بشرائط ہوتی ہے

و اذا فات الشرط فات المشروط!

فرمایا کہ محبت مشائخ علیہم الرضوان اقوی ذریعہ وصول الی اللہ کا ہے

فرمایا مبتدی کو جس قدر نکاح مضر ہے دوسری چیز نہیں ہے۔

فرمایا کہ طالب خدا کو اغنیاء کی صحبت سمِّ قاتل ہے۔

فرمایا کہ توحید وجودی معارف قلبیہ اور علوم اہل ولایت سے ہے لیکن اصل چیز اس سے علیحدہ ہے۔ وہاں العبد عبد و الرب رب کا ظہور ہوتا ہے اور یہی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا مذہب تھا اور توحید وجودی کو شریعت سے بلا تاویل تطبیق ممکن نہیں ہے جیسے کہ بعض کہ ی نے کیا ہے اور بدوں تاویل اس کو عین شریعت سمجھنا اور مشارب انبیا علیہم السلام و

صحابہ کرام سمجھنا نادانی ہے۔ اور مغلوب الحال معذور ہے۔

فرمایا کہ سوز عشق مجاز مثل سوز سرگین ہوتا ہے اور سوز عشق حقیقی مثل سوز صندل وعود ہوتا ہے۔

فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کسی اور طریقہ میں بیعت کی ہو۔ اور پھر چاہیے کہ اس طریقۂ مجددیہ میں داخل ہونا جائز ہے۔ کیونکہ مقصود خدا ہے اور یہ طریقہ جملہ طریق میں اقرب ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں اور طریقوں کا نام ہی نام رہ گیا ہے۔ پس طالب حقیقی کو لازم ہے کہ طریقہ شریفہ کا ملتزم ہو۔

فرمایا کہ انسان کی آفرینش سے علت غائی تحصیل معرفت ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ

اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اَی

لِيَعْرِفُوْنَ۔

اور منشا پیری و مریدی حصول معرفت ہے۔ اور اگر حصول معرفت نہ ہووے وہ پیری مریدی بالکل بیکار ہے۔ پس چاہیے کہ اس تلاش میں رہے اگر پیر اوّل سے حاصل نہیں ہوا۔ بلا تردد اس کی جانب رجوع کرے ورنہ تارک عمل آیت شریفہ مذکورہ بالا ہوگا۔

فرمایا کہ تحصیل علوم ضروری ہے اور سلوک صوفیہ پر مقدم ہے اور اس کے بعد سلوک باطن گویا فرض ہے۔

فرمایا کہ صحبت مشائخ خلاف شرع و حدت وجود کہنے والوں سے علیحدہ رہنا چاہیے۔

فرمایا کہ جس کسی کو پیر اپنا جانشین قائم کرے، اس کی تعظیم و تکریم لازم رکھے۔

فرمایا کہ طالب تلاش اصل نسبت مجددیہ کی رکھے اور کسی جگہ اگر رجوع خلائق ہو، اس پر فریفتہ نہ ہو۔

وفات !

حضرت کے صاحبزادہ میاں گل محمد صاحبؒ کا دیائے ہیضہ میں جب بتاریخ ۲۹ رمضان مبارک ۱۳۰۶ھ ہجری کو انتقال ہوا۔ اور لوگ تعزیت کے واسطے آتے اور کلمہ تعزیت عرض کرتے تو آپ فرماتے کہ ہم کیا یہاں بیٹھے رہیں گے؟ ہم بھی چلنے کو تیار ہیں۔ رنج کس بات کا کریں۔

اسی زمانہ میں ایک طالب علم آیا اور اس نے پڑھنے کے واسطے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ایک سفر درپیش ہے اگر وہاں نہ گیا تو تم فلاں وقت آنا سبق شروع کرادیں گے۔

اتفاقاً جس وقت آپ کو دفن کر رہے تھے وہ طالب علم آیا اور اپنا قصہ مذکورہ سنایا۔

انتقال کے روز صبح کو فرمانے لگے کہ آج حضرت صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے شاید کہ لینے آئے ہیں۔

اور اس روز بعد حلقہ اولیاؤں کی وفات اور حیات دائمی کا بہت دیر تک ذکر فرماتے رہے اور پھر دوپہر کو قیلولہ فرمایا۔

بعد زوال بہت جلد بیدار ہوئے۔

خود مسواک کرنے لگے۔

اور مؤذن کو فرمایا۔

" جلد اذان کہو "!

چنانچہ اس نے اذان کہنی شروع کی آپ جوابِ اذان دیتے گئے!

جب کلمہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پر مؤذن پہنچا آپ اس کا جواب دیتے ہوئے پیچھے کو جھکتے چلے گئے اور فرشِ مسجد پر لیٹ گئے اور اسی وقت جان بجاناں تسلیم کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اوّلاً سب کو شبہ ہوا کہ سکتہ پڑ گیا ہے مگر آخر کار یقین ہو گیا۔ کہ آپ واقعی انتقال فرما چکے ہیں۔

اگلے روز بروز دوشنبہ بتاریخ ۲۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۰۶ھ کو دفن کیا۔

تمت

حضرت مولانا غلام مرتضیٰ رح

بیربل شریف ضلع سرگودھا !

آپ ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ تھے جنھیں علم و ولایت کئی پشتوں سے ورثے میں ملتے چلے آرہے تھے۔ آپ ۱۲۵۱ھ میں بیربل شریف کے علاقہ شاہ پور میں پیدا ہوئے۔ ولادت سے قبل ہی ایک مردِ کامل نے آپ کے والدِ ماجد کو آپ کی پیدائش اور علوِ مرتبت کی بشارت دے دی تھی۔ ابھی زندگی کی نیرہ بہاریں دیکھی تھیں کہ شفقتِ پدری سے محروم ہو گئے۔ والد ماجد کی حیات مبارک ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا بعض دوسری ابتدائی کتابیں بھی پڑھ چکے تھے۔

لڑکپن ہی سے آپ کے اخلاق اور کردار کی جھلک دیکھ کر ہر صاحبِ نظر سمجھ جاتا تھا کہ آپ مادر زاد ولی ہیں۔ اس کی بشارت آپ کے کئی ہم عصر اولیاء نے دی تھی۔ والد ماجد کی وفات کے بعد کئی جگہ حصولِ علم کے لیے تشریف لے گئے مگر جمعیتِ خاطر کہیں نہ ملا آخر حافظ قائم صاحب مرحوم کے مشورہ سے للّٰہ شریف ضلع جہلم میں حضرت خواجہ

غلام نبی للٰہی رح کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور وہاں کچھ دنوں کے قیام سے، نحو صرف، علم کلام، منطق، بیان، معانی، اصول، فروع، حدیث، ہیئت اور علم فلسفہ پر عبور حاصل کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں دستارِ فضیلت باندھ کر اور ظاہری و باطنی کمالات کے حصول کے بعد اپنے آباو اجداد کی مسند پر بیٹھے اور تدریسِ علم میں مشغول ہو گئے۔ ایامِ تعلیم میں ہی آپ نے قطب الاقطاب حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رح کے دستِ حق پر بیعت بھی کی۔ ایامِ طالب علمی میں یہ حال تھا کہ کسی طالب علم کے ساتھ بھی زائد بات نہ کرتے تھے۔ ہر وقت مطالعہ کتب میں مشغول رہتے۔ جس کوچے میں سے آپ شہر میں داخل ہوتے اور جس کوچے سے گزر کر قضائے حاجت کے لیے شہر سے باہر تشریف لے جاتے ان دونوں کوچوں کے علاوہ آپ نے شہر کا کوئی دوسرا کوچہ نہ دیکھا تھا۔

جب درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو چند ہی دنوں میں تشنگانِ علم کی بھاری تعداد جمع ہو گئی اور مسجد میں بیٹھنے کو جگہ نہ رہی۔ بڑے بڑے متبحر اور ذکی عالم دُور دُور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ طلبا کی کثرت کے باوجود کبھی ملال نہ فرماتے۔ آپ کو علمی نوادرات جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اگر کسی نایاب کتاب کا پتہ چلتا تو اس کے حصول کے لیے زبردست کوشش فرماتے۔

آپ کی علمی فضیلت کا شہرہ ملک کے گوشے گوشے میں پہنچا۔

کم گوئی آپ کی فطرتِ ثانیہ تھی۔

کبھی امتحان کی غرض سے کسی دوسرے سے کوئی سوال نہ کرتے تھے۔

آپ کو حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حزب البحر کی بھی اجازت تھی۔

آپ کو علمی نوادرات جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ کسی نایاب کتاب کا جہاں کہیں پتہ چلتا اسے حاصل کرنے کی بے حد کوشش فرماتے۔ یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ اگلے زمانے کے علماء زیادہ نیک اور باعمل تھے اس لیے ان کی منقولہ کتابیں یا جن کتابوں پر وہ پڑھتے پڑھاتے تھے بابرکت ہوتی ہیں۔ یہ بات اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ علم کے شیدائی تھے۔

کم گوئی آپ کی جبلّت تھی لیکن اگر کوئی شخص اپنی قابلیت جتانے کے لیے یا تعلّی ظاہر کرنے کے لیے کوئی بات کرتا تو آپ اس سے کوئی ایسا سوال کرتے جو اسے بالکل خاموش کر دیتا اور اسے آپ کی ہمہ دانی اور علوِّ مرتبت کا قائل ہونا پڑتا تھا۔

آپ کی ذات نہایت عفیف تھی اکثر اَلسّلامُ علیکم کہنے میں پہل فرماتے تھے۔ نہایت کریم النّفس اور رقیق القلب تھے اس کے باوجود آپ کی مجلس میں کسی کو دم مارنے یا اونچا بولنے کی بھی جراُت نہ تھی۔

ہمیشہ زبان پر ذکر خداوندی جاری رہتا تھا۔

قراُت نہایت مؤثر تھی۔

عام لوگ اپنے مشکل معاملات میں آپ سے مشورہ فرماتے تھے، جس قضیہ اور مقدمہ کے فیصلے سے حکّام عاجز ہوتے تھے وہ آپ کے پاس بھیج دیئے جاتے تھے۔ آپ اس خوبی سے ان کا فیصلہ فرماتے کہ فریقین پوری طرح راضی اور خاموش ہو جاتے۔

اپنی ذات کو خدمتِ خلق کے لیے اور اصلاحِ عوام کے لیے وقف کر دیا تھا

قناعت اور توکّل بہت زیادہ تھا۔

لباس میں کوئی خاص اہتمام نہ فرماتے بلکہ جو میسّر آتا پہن لیتے تھے۔

شاگردوں اور خادموں پر خاص مہربانی فرماتے۔

اہلِ دنیا کے ساتھ طبعیت بہت کم مانوس ہوتی تھی،

جو کچھ آتا درویشوں اور مسکینوں کو کھلا دیتے۔

سینکڑوں اہلِ حاجت روزانہ آتے تھے لیکن آپ کسی کو خالی اور مایوس نہ لوٹاتے، اگر پاس کچھ موجود نہ ہوتا تو دوسرے وقت آنے کا وعدہ فرماتے۔

طبعیت میں اس درجے کا انکسار تھا کہ اپنے لیے کبھی جمع کا صیغہ استعمال نہیں کیا۔ جس مرتبے کا آدمی ہوتا اس کے مطابق گفت گو کرتے۔

قدیم دوستوں اور ہم نشینوں کے ساتھ نہایت الفت فرماتے۔

دوسروں کی غلطیوں اور لغزشوں سے درگزر فرماتے۔

کسی کا شکوہ نہ کرتے تھے۔

اپنی تنگ دستی کا حال کسی کے آگے بیان نہ فرماتے۔ اپنی حاجت کے لیے کبھی کسی کے پاس نہ جاتے۔

قبولِ دعوت سنّتِ رسولؐ ہے اس لیے اسے شرفِ قبولیت بخشتے، لیکن اس جگہ بھی خلقِ خدا کو ہدایت فرماتے اور اتباعِ شریعت پر زور دیتے۔

فقیرانہ گزران کے باوجود تقریباً ساٹھ ستّر آدمی روزانہ لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔

رات کو بہت کم سوتے تھے۔ قائمُ اللّیل تھے۔ اکثر فرش پر بستر بچھا کر سوتے۔

نماز تہجد کے لیے خاص اہتمام کرتے، اگر کوئی خادم موجود ہوتا تو وضو اور غسل کے لیے پانی لا دیتا ورنہ خود پانی نکال لیتے۔

نماز فجر سے فراغت پاکر خادم ارد گرد آ بیٹھتے اور ختم امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی پڑھتے۔ پھر مراقبہ فرماتے اور حاضرین پر القائے فیض فرماتے توجہ میں عجیب تاثیر تھی۔

سال بھر میں آپ دو بڑے عرس کرتے تھے جن پر خلقت کثرت سے جمع ہوتی تھی۔ ایک عرس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یعنی ۱۲ ربیع الاوّل کو اور دوسرا معراج شریف بھی ۲۷ رجب المرجب کو فرماتے تھے کہ دونوں عرس، عرسوں کے سردار ہیں۔

عرس مبارک پر کوئی غیر شرعی رسم دیکھنے میں نہ آتی تھی۔ وعظ کا شغل تمام رات رہتا تھا۔

آپ صاحب تصنیف تھے۔ رسالہ مختصر نزہتہ الناظرین مع شرح روضۃ الریاحین کتاب مبارک مصباح الدجیٰ اور اس کی شرح شمس الضحیٰ، یہ علم حدیث میں بڑی پایہ کی کتاب ہے۔

تحفتہ العارفین، و ہدیتہ السالکین

تذکرۃ المحصنات

معراج نامہ عربی

رسالہ در فضائل رمضان وعیدین،

آپ کے شاگردوں اور مریدین کے پاس ان کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ اس کے

علاوہ آپ نے کئی رسائل اور کتب لکھیں اور کئی کتابوں پر حاشئے لکھے۔

آپ نے جو فتوے تحریر فرمائے، اگر انہیں جمع کر لیا جائے تو ایک ضخیم کتاب فتاوی پر تیار ہو سکتی ہے۔

❊

ایک مرتبہ آپ ایک عقیدت مند کے پاس تشریف لے گئے۔ چند روز قیام فرمایا، نمازِ فجر سے قبل جو آپ کی عبادت اور خاص شغل مع اللہ کا وقت تھا، ایک مشرک ناقوس بجانا شروع کر دیتا جس سے آپ کو بے حد تکلیف ہوتی۔

ایک روز صبح صادق کے وقت باہر تشریف لے گئے۔

بت کدہ کے پاس سے گزرے تو اپنے ایک مخلص سے جو ساتھ تھا، پوچھا کہ وہ کون شخص ہے جو ناقوس بجاتا ہے۔

خادم نے اشارہ کیا کہ وہ شخص سامنے بت کدہ میں بیٹھا ہے، آپ نے ایک جلالی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ان شاء اللہ پھر ناقوس نہیں بجائے گا۔

وہ شخص اسی روز بیمار ہوا۔

اور دوسری رات ناقوس بجانے کے وقت سے پہلے ہی چل بسا۔

❊

ایک مرتبہ آپ حکیم نیک عالم صاحب اور مولوی محبوب عالم کی استدعا پر میکووال ضلع گجرات تشریف لے گئے۔ گاؤں کے مالکان میں سے ایک شخص رعونت سے آپ کے متعلق بے ادبی کے کلمات کہہ گیا اور کہا کہ یہ لوگ فقیر

نہیں ہوتے۔ محض دسنوی دکان بناتے ہیں۔

جب آپ تشریف لے گئے تو اسے خیال پیدا ہوا کہ آخر اس شخص کو ایک نظر دیکھنے میں کیا حرج ہے۔

وہ اس مسجد میں آیا جہاں آپ کا قیام تھا۔

حکیم نیک عالم صاحب نے پوشیدہ عرض کیا کہ یہ شخص آپ کے کمالات کا منکر ہے۔

آپ نے ایک نظر اسے دیکھا۔

ایسی تاثیر ہوئی کہ اس کا قلب جاری ہو گیا۔ اور وہ بے خود ہو کر زمین پہ گر پڑا۔

جب ہوش آیا تو قدموں پہ گر پڑا۔

اور!

شرفِ بیعت سے مشرف ہوا۔

⁂

ایک مرتبہ سرہند شریف جاتے ہوئے ضلع گجرات میں پنڈی لالہ میں بعض عقیدتمندوں کی خواہش پہ دو تین روز کے لیے قیام فرمایا۔

ایک شخص نے آپ کی دعوت کی۔

آپ کے ساتھ اس وقت پندرہ بیس آدمی تھے۔ کھانا ان کی تعداد کے مطابق تیار ہوا۔

اس روز جمعہ تھا۔ خلقت کا ایک ہجوم آپ کی زیارت اور آپ کی امامت میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جمع ہو گئی۔ ایک سو سے زائد افراد شریکِ دعوت ہوئے۔ صاحبِ دعوت

کو کھانے کی کمی کا خطرہ تھا۔

وہ میاں احمد بخش صاحب کو اندر لے گیا اور حال بیان کیا۔

میاں صاحب نے آپ کی خدمت میں ساری بات عرض کی۔

آپ نے فرمایا کہ کھانا لاکر فقیر کے پاس رکھ دو۔ اور اسے کپڑے کے ساتھ ڈھانپ دو۔

جب کھانا آپ کے سامنے لاکر ڈھک دیا گیا تو آپ نے اپنا دست مبارک کھانے کے اوپر رکھا۔ اور ایک لمحہ توقف کے بعد حکم دیا کہ اب اسے مہمانوں کو کھلانا شروع کر دو، انشاء اللہ کمی پیدا نہیں ہوگی۔

تمام حاضرین شکم سیر ہوکر اٹھے۔

بہت سا کھانا باقی بچ رہا۔

حاضرین یہ دیکھ کر محو حیرت ہو گئے۔

☆

میاں دائم گوندل آپ کا مخلص مرید تھا۔ ایک مرتبہ مرض جرب میں مبتلا ہوا۔ بہت علاج کیے گئے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔

آخر حاضر خدمت ہوا۔

اور عرض کی کہ

"دعا فرمایئے!"

آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"ہمارے کنوئیں پر (یعنی چاہ فیض عام پر)

جو انہی دنوں آپ نے جاری کرایا تھا،
جاکر غسل کرو۔"
اس نے غسل کیا اور مرض بالکل ختم ہو گیا۔
چند اور لوگوں نے جو اس مرض میں مبتلا تھے میاں دائم کے توسط سے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دی اور وہ بھی شفایاب ہو گئے۔
پھر عام اجازت ہو گئی۔ جو اس مرض میں مبتلا ہو، چاہ مبارک پر جاکر غسل کرنے سے شفا حاصل ہوتی ہے اور یہ تاثیر اب بھی باقی ہے!

☆

آپ نے اپنے علاقے میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی۔ لوگوں کو بدعتوں اور غیر شرعی رسوم سے باز رکھا۔ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ جو لوگ آپ کے پاس بیعت ہونے کو آتے ان کے صدق و عقیدت کا امتحان لے کر انہیں بیعت کرتے تھے۔ طریقہ قادریہ میں داخل کرتے اور سلوکِ طریقۂ مجددیہ طے کراتے۔
طبیعت میں حد درجے کا انکسار تھا۔ علماً و فقرا کے آنے پر سرو قد تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے۔
اگر کوئی متشرع عالم آتا تو اس کی امامت میں نماز ادا فرماتے۔
طبیعت میں حد درجے کا توکل اور صبر و قناعت تھی۔
لباس میں کوئی تکلف اور ظاہر داری نہ تھی۔
اپنوں بیگانوں پر صلہ رحمی فرماتے۔

رات کو بہت تھوڑا سوتے۔ تقریباً تمام رات عبادت میں گزر جاتی۔ اور نماز تہجد کے لیے خاص اہتمام کرتے۔

آپ صاحب کرامت بھی تھے۔ آپ کی متعدد کرامتیں بیان کی گئی ہیں۔

آخری عمر میں آپ کو فالج کا مرض لاحق ہوا۔ شدت مرض کا یہ عالم تھا کہ اکثر غنودگی طاری ہو جاتی۔ لیکن اس حالت میں بھی کوئی نماز قضا نہ کی۔

وفات!

۱۵ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ کو غروب آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے طریقت و حقیقت کا یہ آفتاب عالمتاب غروب ہو گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

نماز جنازہ حضرت مولانا عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین للہ شریف نے پڑھائی۔

علماء و فضلاء اور صلحا کی بڑی تعداد نے جنازے میں شرکت کی۔

اس وقت حضرت مولانا محمد عمر صاحب سجادہ نشین ہیں جو اپنے وقت کے مرد کامل اور مرد خدا دوست ہیں!

مولانا غلام دستگیر قصوریؒ

آپ جیّد عالم، زبردست فقیہ، مُتّقی، شب بیدار عالم باعمل تھے۔ حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ سے بیعت رکھتے تھے اور انھیں سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کیے۔ خاص کر علم حدیث میں دسترس حاصل کی۔ آپ کو حضرت خواجہ قصوریؒ سے نسبتِ دامادگی اور خواہر زادگی بھی تھی اور مدینہ طیبہ کی زیارت اور حج مبارک سے بھی مشرّف ہوئے تھے۔

خواجہ قصوریؒ کے حلقے میں اکثر شریک رہتے اور فیض حاصل کرتے۔ دین کے متعلق بعض متنازعہ امور اور مسائل کے حل میں گہرا شغف رکھتے تھے اور اکثر اس میں مصروف رہتے تھے۔ حدیث میں آپ کو زبردست درک حاصل تھا۔

حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوریؒ کو حضرت خواجہ صاحبؒ کی طرف سے احادیث کی تدریس، شرح و تراجم اور تفاسیر کلام مجید کی اجازت حاصل تھی، جو کلاہ شریف اجازت سندِ احادیث کے ہمراہ حضرت خواجہ قصوریؒ کو حضرت محدّثؒ دہلوی نے عنایت فرمائی تھی۔ آپ نے وہ کلاہ بھی حضرت مولانا غلام دستگیرؒ کو

سند دیتے وقت عطا کر دی تھی۔

آپ اپنے وقت کے بے مثال اور عالم با عمل تھے۔

جن لوگوں نے اسلامی تعلیمات کے خلاف طوفان اٹھایا تھا آپ نے ان سے بڑے بڑے مناظرے کیے اور انہیں ہر مرتبہ بے بس کر دیا۔

آپ نے ہزاروں لوگوں کو راہ مستقیم سے بھٹکنے سے بچایا اور انہیں دین اسلام کی حقانیت سے آگاہ کیا۔

آپ خانوادہ حضرت خواجہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ روشن چراغ تھے جنہوں نے شرک و بدعت کی تیرہ شبی میں توحید کی روشنی پھیلائی اور ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کیا۔

متعدد کتابیں اور رسائل لکھے۔ تحفہ دستگیریہ، جواب اثنا عشریہ اور فرقہ وہابیہ بھی خوب لکھا جو کہ اب تک مطبوعہ شکل میں دستیاب ہے۔

اس کے علاوہ!

عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان بھی خوب تحریر فرمایا۔

ایک رسالہ تقدیس الوکیل بھی آپ کی یادگار ہے۔

رسالہ تقدیس الوکیل نیچریوں کے جواب میں لکھا۔ اس کے علاوہ رسالہ جمعہ شہر بھی خوب لکھا

رسالہ عروۃ المقلدین بہ الہام القوی المبین رسالہ ہدایۃ تبیعین' رافضیوں کے رد میں لکھا۔

غرض کہ اس دور میں اسلام دشمن عناصر نے مسلمانوں کے زوال کے سبب دین قیم پر جو اتہام باندھنے شروع کیے تھے اور جس طرح مسلمان مشاہیر پر الزام تراشیاں کی جا رہی تھیں اور اسلامی تعلیمات کو ناقابل عمل ثابت کرنے کی ناپاک کوششیں

جاری تھیں، آپ نے ان سب کا جواب لکھا۔ چونکہ آپ کو علوم متداولہ پر پورا عبور حاصل تھا اس لیے اسلام پر کیے گئے تمام اعتراضات کا رد لکھنا صرف آپ ہی کا کام تھا۔ اس طرح آپ نے اپنے بزرگوں کی سنّت کو زندہ رکھا اور قلمی جہاد کیا، اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

وفات ۲۰ محرم ۱۳۱۵ھ کو ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

مزار مبارک قصور شریف کے عظیم قبرستان میں ہے جہاں آپ اپنے بزرگوں کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں۔

حضرت مولانا حافظ نورالدّین رح چکوڑی شریف گجرات !

حافظ صاحب قبلہ عالم خواجہ شاہ غلام محی الدّین قصوری دائم الحضوری رح کے اہم خلفاء میں سے تھے۔ آپ اپنے وقت کے جیّد عالم تھے، تمام علوم متداولہ پر پورا عبور اور دسترس تھی۔ آپ کو حضرت خواجہ قصوری رح سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ آپ نے فقہ، حدیث، منطق، فلسفہ، ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا۔ خواجہ قصوری رح سے فیض حاصل کرنے کے بعد آپ نے چکوڑی شریف میں جا کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ طالبانِ حق اور تشنگانِ علم کی بہت بڑی تعداد دور دور سے کھنچی چلی آتی تھی۔ ہزاروں لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

۱۳۰۲ھ میں اس عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھارے۔

شیخ عطاء اللہ قندھاریؒ

شیخ عطاء اللہ قندھاری جیسا کہ نام سے ظاہر ہے قندھار کے رہنے والے ایک بزرگ تھے۔ تحصیلِ علم کے لیے یہاں تشریف لائے۔ حضرت قبلہ عالم خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ نے اپنے مکتوبات میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عجیب قدرتِ الٰہی ہے کہ عرصہ پانچ چھ سال کا گزرا کہ ایک شخص عطاء اللہ نامی تحصیلِ علوم کے بعد میرے پاس آیا، اور بیعت کر کے اجازت مانگی کہ آپ مجھے تحصیل علوم کے لیے دہلی جانے کی اجازت

دیں۔ تحصیل صحاح کے بعد وہ حضرت قبلہ پیر و مرشد شاہ غلام علی دہلویؒ کے مزارِ اقدس پر معتکف ہوا۔ ذکر اسم ذات نفی اثبات میں مشغول تھا کہ لطائفِ خمسہ و انوارِ ثلثہ اس پر ظاہر ہوئے لیکن وہ ہر مقام میں امتیاز نہ کر سکا، اس وجہ سے وہ کچھ دل گرفتہ اور شکستہ خاطر تھا۔ آخر حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ کی زیارت ہوئی۔ انھوں نے فرمایا کہ تمہیں یہ منزل طے کرنے کے لیے قصور شریف جانا چاہیئے۔ چنانچہ اسی وقت سب کام چھوڑ چھاڑ قصور شریف میں حاضر ہوا۔ اور دو ماہ کامل میں کمال طاقت و وجدان حاصل کر لیا جو بیان سے باہر ہے، یہاں تک کہ ایک توجہ سے دریافتِ اظہار کر لیتا جو حب و صرفہ و معبودیتِ مطلقہ میں آخری مقام ہے۔

چنانچہ جب شیخ عطاء اللہ قندھاریؒ سلوک کی تمام منازل طے کر چکے تو حضرت خواجہ قصوریؒ نے انہیں توجہات اور خلافت یا اجازت دے کر رخصت فرمایا۔ انھوں نے قندھار کے علاقے میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی۔ اس طرح حضرت خواجہ قصوریؒ دائم الحضوری کا فیض پاک و ہند سے افغانستان بھی پہنچا!

حضرت مولانا غلام محمد صاحب مرالی ڈیرہ اسماعیل خاں !

موضع مرالی ڈیرہ اسماعیل خاں سے ایک میل دور ہے مولانا غلام محمد صاحبؒ اس قصبے کے رہنے والے تھے۔ آپ کے بڑے خلفا میں سے تھے درس و تدریس کا شغل رکھتے تھے اور طالبانِ حق کو علم ظاہری و باطنی سے آراستہ کرتے۔ حلقۂ توجہ بھی قائم کرتے اور محض نظر کی بدولت فیضِ عام کی دولت تقسیم کرتے جاتے تھے۔ بے مثل سخی تھے۔

جناب شاہ محمد مظہر صاحبؒ احمدیہ سعیدیہ نے ان کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ اکثر وقت گریہ و زاری میں گزارتے۔ درویشوں اور مسکینوں کو پوشیدہ طور پر بہت کچھ دیتے۔

آپ کو اجازت اور خلافت حاصل تھی۔

آخری عمر میں لذتِ عبادت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ اور بوجہ بسیار گریہ کے بصارت جاتی رہی تھی۔

۱۲۹۷ھ ۱۶ ماہ رجب المرجب جمعہ کی شب کو مرالی شریف میں انتقال فرمایا۔ آپ کی دختر نیک اختر مسمات غلام زہرا لڑکیوں اور عورتوں کو قرآنِ مجید اور فقہ کی ضروری تعلیم دیتی ہیں انہیں اپنے والد بزرگوار سے طریقۂ اجازت حاصل ہے !

حضرت مولانا مفتی غلام محی الدینؒ نمک میانی !

آپ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ کے بڑے خلفاء میں سے تھے اپنے ہم عصروں میں فقہ کے جیّد عالم تھے۔ جمعہ کے روز وعظ فرماتے۔ وعظ اس قدر موثر ہوتا تھا کہ سامعین کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے۔ تمام عمر مسجد میں گزاری۔ اکثر اعتکاف کی حالت میں رہتے تھے۔ درس و تدریس کا شغل جاری تھا۔ مریدین بھی مسجد میں ہی حاضر ہوتے۔ زیرہ دست متقی تھے۔ مطالعہ اور مراقبہ کا وقت مقرر کر رکھا تھا۔ کسی وقت بھی فارغ نہیں ہوتے تھے اوقات کی تقسیم اس طرح کی تھی کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کام کرتے رہتے۔ آپ کی یہ بڑی زبردست کرامت تھی کہ جو بے نماز آپ کی محفل میں آ بیٹھتا ہمیشہ کے لیے تائب ہو کر نماز کا پابند ہو جاتا۔

سنہ ۱۳۰۶ھ ماہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی کہ فرشتہ اجل کو لبیک کہا اور قصبہ میانی میں پیوند خاک ہوئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا مفتی غلام احمد صاحب حاجی الحرمین بھی حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ کے مرید اور بیعت تھے۔

مولانا بدر الدینؒ لدھیکی !

آپ حضرت خواجہ قصوری علیہ الرحمۃ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ اپنے وقت کے بے بدل عالم اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے خلفا میں فنا فی الرسول حضرت خواجہ غلام مرتضےٰ قلعہ والے عثمان گنج لاہور ایک ممتاز صوفی ہوئے ہیں۔

خواجہ قصوریؒ کا یہ فیض تھا کہ ان کے خلفا کے خلفا بھی وقت کے جیّد عالم، اور صاحبِ کرامت بزرگ ہوئے۔

حضرت خواجہ غلام مرتضےٰؒ کا اور ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ نور محمدؒ صاحب کا ذکر بھی تبرکاً شامل کیا جا رہا ہے۔

یہ عظیم روحانی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، شہر لاہور میں آپ پیر صاحب قلعہ والے کے نام سے مشہور ہیں آپ کا مزار مبارک عثمان گنج لاہور میں انوارِ مرتضائیہ کا مرکز ہے۔ آپ اس سلسلہ مرتضائیہ کے بانی تھے۔

آپ کی پیدائش سنہ ۱۸۱۳ء کے لگ بھگ موضع بھینی ضلع شیخوپورہ میں ہوئی بعد ازاں آپ نے موضع قلعہ لعل سنگھ ضلع شیخوپورہ میں سکونت اختیار کر لی۔

آپ نے حصولِ تعلیم کے لیے کئی سفر کیے۔ اسی سلسلے میں بہاولپور تشریف

لے گئے

یہاں آپ نے عربی، فارسی، صرف و نحو، منطق، فلسفہ، اصول، معانی، تفسیر، حدیث، فقہ، ہئیت کے علاوہ متعدد مروجہ علوم حاصل کیے۔

مزید علم حاصل کرنے کا شوق آپ کو لاہور لے آیا۔ ۱۸۸۵ء میں اہل والی مسجد میں قیام کیا۔

ایک عرصہ تک رشد و ہدایت اور تبلیغ حق کے بعد جنوری ۱۹۰۳ء کو آپ کا وصال ہوا۔ مستری احمد بخش آپ کے مرید خاص نے آپ کا مزار مبارک تعمیر کروایا۔ مزار کی تعمیر بالکل حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے عین مطابق کرائی گئی ہے۔

آپ کے خلفا میں سب سے بلند مرتبہ آپ کے اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ انہیں بھی فنا فی الرسول کا مقام حاصل تھا۔ آپ سرچشمہ فیض تھے۔ والد مرحوم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور انہیں کی طرح سلوک کی منزلیں طے کیں۔ آپ کا مزار حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ فنا فی الرسول رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں مشرقی جانب واقع ہے

یہاں آپ نے عربی، فارسی، صرف و نحو، منطق، فلسفہ، اصولِ معانی، تفسیر، حدیث، فقہ، ہیئت کے علاوہ متعدد مروّجہ علوم حاصل کیے۔

مزید علم حاصل کرنے کا شوق آپ کو لاہور لے آیا۔ ۱۸۵۵ء میں اہلی والی مسجد میں قیام کیا۔

ایک عرصہ تک رشد و ہدایت اور تبلیغِ حق کے بعد جنوری ۱۹۰۳ء کو آپ کا وصال ہوا۔ مستری احمد بخش رح آپ کے مریدِ خاص نے آپ کا مزار مبارک تعمیر کروایا۔ مزار کی تعمیر بالکل حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے عین مطابق کرائی گئی ہے۔

آپ کے خلفا میں سب سے بلند مرتبہ آپ کے اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ انہیں بھی فنا فی الرسول کا مقام حاصل تھا۔ آپ سرچشمہ فیض تھے۔ والد مرحوم رح کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور انھیں کی طرح سلوک کی منزلیں طے کیں۔ آپ کا مزار حضرت خواجہ غلام مرتضےٰ فنا فی الرسول رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں مشرقی جانب واقع ہے

حضرت خواجہ

نور محمد صاحب فنا فی الرسول رح !

پیدائش !

جس سال حضرت مستری احمد بخش مرحوم رح نے یہ زمین خریدی اور حضرت خواجہ فنا فی الرسول رح نے یہاں سکونت اختیار کی ، اسی سال ایک روز صبح کے وقت حضرت خواجۂ عالم پیر نور محمد رح صاحب کی ولادت سعادت دسمبر ۱۸۹۶ء بروز جمعہ ہوئی ۔ حضرت اس وقت اپنے مکان کے ملحقہ باغ میں تشریف رکھتے تھے ، اور زار و قطار رو رہے تھے ۔ کسی مرید نے کہا حضور گھر تشریف لے چلیئے ۔

فرمایا ۔ میں نے اپنے لڑکے کی عمر دراز اور منظوری دربار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرائی ہے ۔ چلّہ کے بعد فرمایا کہ بچّے کو لاؤ ، اسے اپنی آغوش میں لے کر بیعت کیا اور خلافت عطا فرمائی اور نور محمد رح نام رکھا ۔

حضرت خواجۂ عالمؒ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ حمیدیہ لاہور میں حاصل کی۔ پھر درس نظامیہ کا نصاب مفتی اعظم حضرت مولانا محمد یار صاحبؒ خطیب سنہری مسجد لاہور سے تمام کیا۔ آپ صرف و نحو، منطق و فلسفہ، تفسیر و حدیث، فقہ ادب، عروض و معانی، اصولِ حدیث اور علم مناظرہ کے عالمِ بے بدل تھے۔

مارچ ۱۹۵۸ء میں آپ عرس مبارک کے موقع پر مریدین سے خطاب فرما رہے تھے کہ آپ کا مرید رائے پیر بخش ایک پلنگ اور بستر لے کر آیا اور سامنے سے گزرا اتفاقاً آپ کی نظر پڑ گئی۔

فرمایا!

"لو! میرا جنازہ لے کر آ گیا ہے"۔

چنانچہ ۲۱ مئی ۱۹۵۸ء کو واصلِ حق ہوئے۔

شجرہ نقشبندیہ

از حضرت مولانا مولوی صالح محمد کنجاہی

مرشد او رہبر راہ یقین — خواجہ ما آں غلام محی الدین
دستگیر او غلام شہ علی — صیقل دل ہمّ و غم زد منجلی
میرزا مظہر رشید خافقیہ — جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ
سید نور محمد باصفا — شیخ سیف الدین قاطع وہمہا
خواجہ اش معصوم شاہ متقین — رہبر دنیا و دین روشن جبین
خواجہ احمد پیر سرہندی منیر — شہ مجدد الف ثانی دستگیر
بر سر باقی باللہ بیشکی — خواجگی بنہاد تاج خواجگی
پیر او درویش شاہ ملک دین — خواجہ زاہد پیشوائے متقین
ناصر الدین شہ عبید اللہ بداں — بندگی یعقوب چرخی نور جاں
خواجہ عالم بہاؤ الدین بلند — بر رضائے اسم اللہ نقشبند
پیشوا خواجہ علی رامیتنی — شیخ سماسی است بابا با کمال
عارف ریوگری از شوق مست — عبدوانی خواجہ عبدالخالق است
پیر ہمداں خواجہ بو یوسف ولی — خواجہ او فارمدی بو علی
خارقانی بو الحسن شیخ سعید — عارفاں را شاہ خواجہ بایزید
جعفر صادق امام حیدری — آفتاب ملت پیغمبری

خواجہ اش قاسم امام زاہدین رہبرش سلمان پارس شاہ دین

پیر او صدیق اکبر نور حق ، بر ہمہ اصحاب میدار و سبق

سرور عالم محمد مصطفےٰ باعث ایجاد ارض و ہم سما

یا علی با طفیل صالحاں ماز ما را ہم ز خیل صالحاں

صد درود از حق بروح مصطفےٰ

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

شجرہ قادریہ

از حضرت مولانا مولوی صالح محمد کنجاہی

الحمد الخالق عرش بریں کہ رہبر عالی داد بما

آں مہر سپہر دین علی شہ عبدالرسولؐ قبول خدا

رہبر او والد او بیقین باچہرہ روشن خضر جبین

آں شیخ غلام محی الدین شاہنشہ کشور صدق و صفا

رہبر او شاہ غلام علی در ظاہر و باطن پیر ولی

ہم کاشف راز خفی و جلی ہم واقف سر خوف و رجا

آں مرزا مظہر جان جان ، کشاف رموز و سر نہاں

مرہم نہ ریش خستہ دلاں ، ہم بہر سقیماں عین شفا

پس پیر شش شیخ ولی عابد، سلطان ولایت عبدِ احد
رہبر او شیخ سعید اَبد، آں عارف کامل پیر ہدا

پس حضرت علی رضا رہبر، ہم موسیٰ کاظم نیک سیر
و آں صاحب صدق شہی جعفر، ہم حضرت باقر پیر ہدا

آں زین العابد سید علی، سجادہ نشین برہان جلی
ہم پاک امام حسین ولی، و آں حیدر صفدر شیر خدا

احمد سرہندی شیخ امم، سلطان مجدد الف دوئم
پس شاہ سکندر اہل کرم، ہم شاہ کمال آں بحر سخا

پس شاہ فضیل آں پیر جہاں، ہم ثانی شاہ گدا رحمان
و آں شمس الدین وحید زماں، پس شاہ گدا رحمان اولیٰ

صحرائی سید شمس الدین، ہم سید عقیل و لیل متین
پس حضرت سید بہاؤ الدین، ہم عبد الوہاب آں شہ ما

آں شرف الدین بخدا، شہ عبد الرزاق آں الوز
در بحر طریقت دُرِ فرر، در ظاہر و باطن نورِ صفا

شہ عبد القادر محی الدین، خورشید حقیقت ماہ و یقین
از فیضش زندہ دین متین، ہم غوث الاعظم ہر دو سرا

مخزومی ابو سعید ازل، بو الحسن علی سلطانِ اجل
ابو الفرح ولی کامل اکمل و آں عبد الواحد شیخ عُلیٰ

پیر دو جہاں حضرت شبلی، شیخ جنید ولی ازلی
و آں سرّی سقطی شاہ ولی، معروف کرخی نور ہدا
داؤد رشید پیر جواں، عجمی شہ ملک حبیب جہاں
شہ بصرہ حسن سلطان زماں و آں حیدر صفدر شیر خدا
سلطانِ دو عالم ختمِ رسل، آنحضرت مقصد اقرء و قل
ہادی سبل ہم مظہر کل، مختار امور ملکِ قضا
یارب بطفیل ایں پاکاں، کن صالح ما را در دو جہاں
جان ساز منور از عرفاں، بر دین محمد ثبتنا!

دو جہاں زیر نگیں مہرِ نامِ گنج بخش رح
جنّ و انسان و ملک منقاد و رامِ گنج بخش رح

سید السادات و نور مصطفیٰ و مرتضیٰ
گردشِ چرخِ بریں باشد بکامِ گنج بخش رح

بادشاہ اولیاء والا قدر عالی محل
سلم ہفت آسمان کمتر ز بامِ گنج بخش رح

پیر کامل مرشد و ہادی مکمل راہنما
بوئے عرفانِ الٰہی در مشامِ گنج بخش رح

جود حاتم پیش جودش نیست یک از الف
پنجہ شیطان شکستہ زورِ نامِ گنج بخش رح

گر ہمی خواہی کہ بینی بر زمیں باغ ارم
روضۂ انور مقدس ہیں مقامِ گنج بخش رح

برمزار پاک او ضد شعلہ ہائے نورِ حق
روشن از صبح درخشاں ہست شامِ گنج بخش رح

معتقد را تاجِ عزت می نہد بر فرق سر
گردنِ منکر زند بہ آں حسامِ گنج بخش رح

ہر کہ آمد با ارادت صد سعادت یافت او
ہر کسے شد بہرہ یاب از فیض عامِ گنج بخش رح

از چنیں درگاہِ عالی ہیچکس محروم نیست
بہتر از نقد و گہر ہاست وامِ گنج بخش رح

کرّہ نفس است دائم درکجی و سرکشی
کس نگر داند مطیعش جز لگامِ گنج بخش رح

روز و شب وردِ زبانم ہست نامِ پاکِ تو
اسمِ اعظم یافتم من پاکِ نامِ گنج بخش رح

در دلم جز آرزوئے دیدنِ دیدار نیست
شکرِ حق افتادہ مرغِ دل بدامِ گنج بخش رح

از خدا خواہم کہ یابد دیدہ ام دیدارِ او
گوش ہم خواہد شنیدن یک کلامِ گنج بخش رح

گنج عرفان و عنایت نیز گنجِ عافیت
کن عطا یارب باین مسکین بنامِ گنج بخش رح

ہر کرا اندک عطا از شے میسر شد بس است
تا قیامت مست دارد جرعہ جامِ گنج بخش رح

ہر زمانش میفرستم صد سلام و صد دعا
بر امید آنکہ یابم ہم سلامِ گنج بخش رح

از دل و جانم غلامِ شاہِ میراں محی الدّین رح
نیز از فضلِ خدا ہستم غلامِ گنج بخش رح

للہ الحمد کہ کتاب "انوار محی الدین" طویل جدوجہد اور محنت وکاوش کے بعد قارئین کرام تک پہنچ رہی ہے۔ اس کی تصنیف وتالیف میں جن کتب ورسائل سے مدد لی گئی ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ انوار مرتضویہ

۲۔ تحفہ رسولیہ

۳۔ دیوانِ حضوری

۴۔ تحفہ دستگیریہ

۵۔ حالات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

۶۔ مکتوبات حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ

۷۔ خطبات خواجہ قصوریؒ

۸۔ انوارِ مرتضائیہ

۹۔ بستانِ معرفت

۱۰۔ مقاماتِ مظہریہ

۱۱۔ ملفوظات چہل مجالس

۱۲۔ رسالہ فیض الاسلام

۱۳۔ ملفوظات حضرت مولانا غلام نبی للّٰہیؒ

۱۴۔ حدیقۃ الاولیاء

۱۵۔ مقامات احمدیہ سعیدیہ

۱۶۔ مقامات طیبین

۱۷۔ سلسلۃ الاولیاء

قصیدہ شفائی

از حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

گنہ گارم سیہ کارم شفاعت یارسول اللہ

خراب وخستہ وخوارم شفاعت یارسول اللہ

یارسول اللہ! میں گنہگار اور سیہ کار ہوں یارسول اللہ آپ کی شفاعت درکار ہے، یارسول اللہ میں پریشان اور خوار ہوں، آپ کی شفاعت درکار ہے،

بجز تو کس شفیعے نے کسے چوں تو مطیعے نے

بنزد حق رفیعے نے شفاعت یارسول اللہ

آپ جیسا نہ کوئی شفیع ہے اور نہ کوئی اللہ کا مطیع ہے اور نہ کوئی آپ جیسا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مرتبہ ہے، یارسول اللہ آپ کی شفاعت درکار ہے

ترا ثانی نہ شد پیدا نہ در دنیا نہ در عقبےٰ

توئی در گراں یکتا شفاعت یارسول اللہ

آپ کا ثانی دنیا آخرت میں پیدا ہی نہیں ہوا (اور نہ ہوگا) آپ کی ذات قیمتی موتی کی مانند ہے، یارسول اللہ آپ کی شفاعت درکار ہے،

دو عالم شد برائے تو ہمہ زیر لوائے تو

رضائے حق رضائے تو شفاعت یارسول اللہ

دونوں جہان آپ کے لئے پیدا ہوئے، قیامت کے دن سب لوگ آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے، آپ کی رضا حق کی رضا ہے، یارسول اللہ آپ کی

شفاعت درکار ہے،

عرب را بادشاہے تو عجم را دستگاہے تو
دو عالم را پناہے تو شفاعت یارسول اللہ

عرب کو آپ سے بادشاہی نصیب ہوئی اور عجم کو آپ سے قوت ونصرت کی دولت ملی آپ ہی دو جہاں کی پناہ ہیں، یارسول اللہ آپ کی شفاعت درکار ہے،

حیات دائمی داری ثبات و قائمی داری
چو دریا جود تو جاری شفاعت یارسول اللہ

آپ کی حیات دائمی ہے، آپ مالک ثبات وقیام ہیں، آپ کا جودوسخا دریا کی طرح رواں دواں ہے، یارسول اللہ آپ کی شفاعت درکار ہے۔

توئی پشت و پناہ من بسوئے تست راہِ من
بتو ہر دم نگاہ من شفاعت یارسول اللہ

یارسول اللہ آپ ہی میرے پشت و پناہ میں اور میرا راستہ وہی ہے جو آپ کا راستہ ہے میری نگاہ شوق آپ پر لگی ہوئی ہے، یارسول اللہ آپ کی شفاعت درکار ہے۔

شہا بے کس نوازی کن طبیبا چارہ سازی کن
دوائے درد و عصیانم شفاعت یارسول اللہ

یارسول اللہ! آپ ہم بے چاروں کو اپنی رحمت سے نوازیں، میں گنہگار اور بیمار ہوں، یارسول اللہ آپ کی شفاعت درکار ہے۔

قصوری را حضوری کن دوائے درد دوری کن
دلم تاریک نوری کن شفاعت یارسولِ اللہ

آپ قصوری (قصور والا) کو صاحب حضوری کر دیں اور دوری کے درد کا چارہ فرمائیں اور اس کا قلب روشن فرمائیں، یارسول اللہ آپ کی شفاعت درکار ہے۔